ماھنامہ

حکمت بالغہ

ستمبر 2008

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس: 0092-47-7628361

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ www.hamditabligh.net پر حکمت بالغہ کے تمام شمارے دستیاب ہیں

رسول اکرم ﷺ نے رمضان کیسے گزارا

انجینئر مختار فاروقی

ماہ صیام کی آمد آمد ہے اور اس بابرکت اور عظیم مہینے کی عبادات کی اہمیت ہر باعمل مسلمان پر واضح ہے۔ تاہم ہمارا عام تصور یہ ہے کہ اس ماہ میں اپنی مصروفیات ــــــــــــــــ اور ہو سکے تو ہر طرح کے میل جول کو منقطع کر کے بس دن رات عبادت میں لگے رہنا ہی شاید اس ماہ صیام کا حق ادا کرنا ہے اور اس کی وجہ شاید یہ بھی ہے کہ ہم عام طور پر فضائل رمضان المبارک میں احادیث نبوی ﷺ اور تفصیلات ہی وہ بیان کرتے ہیں جو اسی مزاج کی حامل بھی ہیں اور اسی سوچ کو پختہ تر کرنے والی ہیں ہمارے ہاں گذشتہ پانچ چھ سو سال کے بزرگان دین کے تذکروں میں جو نقشہ ماہ صیام کی مصروفیات کا سامنے آتا ہے وہ ایسا ہی ہے کہ بس اسلاف کا طریقہ یہ ہے کہ اس ماہ ہر قسم کا سفر ترک کر دیا جائے اور عوام سے میل ملاقات میں وقت لگانے کی بجائے بس عبادات الٰہی اور نیکی کرنے میں وقت گزارا جائے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام قرآن مجید کے سیاق کلام میں دیکھیں تو یہاں عبادت صوم اور ماہ صیام کی مصروفیات اور تفصیلات کے بیان والے رکوع سے چند رکوع پہلے حضرت ابراھیم علیہ السلام کا تذکرہ

ہے اور ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے جدامجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ــــــــــ تعمیر کعبہ کا ذکر ــــــــــ اور پھر عظیم المرتبت دعا کا ــــــــــ جس کی قبولیت میں تو اگرچہ 2500 سال لگ گئے مگر کامل اور اکمل ترین نبی، بلند پایہ رسول اور ختم المرسلین حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔

بقول حالی ؎

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا　　دعائے خلیل اور نوید مسیحاؑ

پھر آپ ﷺ کی مدنی زندگی کے آغاز پر ہی اسی بیت اللہ کی تولیت کی ــــــــــ ''حق بحقدار رسید'' کے مصداق ــــــــــ سپردگی یعنی تحویل قبلہ کا تذکرہ ہے اور اس کی آئندہ مسلمانوں کی زندگی میں مرکزی اہمیت کا ــــــــــ کہ روز نماز پنجگانہ کے لئے تم مسلمانو جہاں کہیں بھی ہو تمہیں اس قبلہ کی طرف رخ کرنا ہوگا۔

اس اہم ہدایت کی بعد شان رسالت مآب ﷺ کا ذکر ہے کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے تم حقیقت سے واقف نہیں تھے یہ آپؐ کی شان اقدس کہ آپ ﷺ انہیں وہ باتیں عام انداز میں سکھا رہے ہیں جو یہ جانتے نہیں تھے۔ اور اس شاندار تذکرے کے ساتھ ہی صبر اور صلوٰۃ کا ذکر ہے ــــــــــ بالواسطہ جنگوں اور کفار سے مقابلے کا ذکر ہے اور اس راہ میں شہادت کے اعلیٰ مقام کا ذکر ہے کہ شہید تو زندہ ہوتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو۔

اس پس منظر میں بات یہود کے تذکرے سے ہوتی ہوئی آیات الٰہی اور غلط قیادتوں اور ائمہ المضلون کی ملمع سازیوں کے حوالے کے بعد شیطان کے ذکر پر آتی ہے حلال وحرام اور یہود کے انکار قرآن مجید پر رکوع ختم ہوتا ہے۔

اب یہاں ''نیکی کی حقیقت'' کا تذکرہ ہے یہود کی معہود ذہنی کی نفی ــــــــــ کہ مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنا ہی کل نیکی نہیں بلکہ نیکی تو اللہ اور آخرت کو اور پیغمبر یعنی حضرت محمد ﷺ کے ماننے میں ہے اور آپ ﷺ جو نیکی کا تصور لائے ہیں اس میں جہاد اور قتال ہی نیکی کی اعلیٰ شکل ہے جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی تفصیلی روایت جو سفر تبوک سے متعلق ہے سامنے آتی ہے۔

بعد ازاں اسی جہاد سے پیدا شدہ مسائل یعنی شہادتوں کے بعد وراثت اور دیگر تفصیلات کے بعد روزے کی فرضیت اور اس کے احکام اور حکمتیں مذکور ہیں اور اس رکوع میں روزے کی عبادت کے ساتھ تجرد کی زندگی کی تخفیف اور متاہل زندگی کی بلند شان کا اشارہ ہے اور ساتھ ہی کسب حلال اور اکل حلال کا ذکر ہے۔اس رکوع کے بعد حج اور ساتھ ہی پھر جنگ کا ذکر ہے۔ گویا قرآن مجید میں سیاق وسباق جہاد، جنگ اور اس کے متعلقہ مسائل ہی کے درمیان ماہ صیام کا ذکر ہے اور اس ماہ کی فضیلت اور قرآن مجید کی فضیلت کا ذکر ہے۔ اب تک کی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ روزہ ایک تربیت ہے اور قرآن مجید کا تراویح میں سننا ایک روحانی ترقی کا ذریعہ ہے مگر سوال یہ ہے کہ یہ ساری محنت مشقت کس مقصد کے لئے ہے؟ یہ تیاری آئندہ کن مشکل مراحل کی طرف اشارہ کررہی ہیں؟ ــــــــــــــ اس استخراج کی کوشش راقم خود اپنے ناقص ذہن سے کریگا تو ایک ناپاک جسارت اور چھوٹا منہ اور بڑی بات ہو گی جس کا راقم اپنے دین وایمان کی حفاظت کی خاطر سوچ بھی نہیں سکتا ہے کہ دینی معاملات میں کوئی بات خیر القرون سے ہٹ کر یا بلا دلیل کی جائے۔

آیئے ــــــــــــــ اس ساری بحث کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے سیرت النبی ﷺ کے ماہ سال اور رسالت مآب ﷺ کے پیغمبرانہ کارناموں کی روشنی میں دیکھتے ہیں یعنی دیکھتے ہیں کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے رمضان المبارک کیسے گزارے اور آپ ﷺ کے ساتھیوں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کی معیت اور اتباع میں یہ وقت کیسے صرف کیا۔

یہ بات طے ہے کہ رمضان المبارک کے روزے 2ھ میں فرض ہوئے اور اس کے احکام دو تین سالوں میں سے مکمل ہوئے جیسا کہ قرآن مجید میں سورۃ بقرہ کا رکوع 23 خود اشارہ کررہا ہے کہ اس کی آیات میں زمانہ نزول کا فصل موجود ہے۔

اب 2ہجری کے رمضان المبارک سے آپ ﷺ کے وصال مبارک تک یعنی ربیع الاول 11ھ تک 9 ماہ صیام آپؐ کی حیات طیبہ میں آئے ہیں۔ یہ 9 ماہ صیام آپ نے کیسے اور کن حالات میں گزارے اور اپنے ساتھیوں ؓ کی کیا تربیت فرمائی اور کیا پیغام دیا؟ وہ سیرت

النبی ﷺ کی کتابوں کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔

رمضان المبارک 2 ہجری

یہ پہلا ماہ صیام ہے بڑے ذوق وشوق سے مدینہ منورہ میں اس عبادت کا آغاز ہوا، اہتمام کیا گیا۔ ساتھ ہی مکہ میں جو وادی نخلہ میں مہم حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ کی تھی اوران کے ہاتھوں یکم رجب 2ھ کوایک کافر مارا گیا اس کے اثرات اور ردِّعمل مکے میں جاری تھا اور نبی اکرم ﷺ اس پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے (حضرت) ابوسفیان کی زیر قیادت جو قافلہ ملک شام جار ہا تھا جمادی الاول 2ھ (مطابق نومبر 625ء) میں اس کے تعاقب کے لئے ایک مہم روانہ کر چکے تھے۔

اب وہ قافلہ بھی واپس آ رہا تھا اس کی اطلاعات تھیں اور قریش بھی جوش انتقام میں جل بھُن کر جنگی تیاریوں میں مصروف تھے کہ آپؐ رمضان المبارک کے دوسرے ہفتے میں 313 جانثاروں کوساتھ لے کر نہایت قلیل تیاری کے ساتھ قافلے کا راستہ روکنے کا ارادہ کر کے مدینہ سے نکلے اور اس سفر میں ہی اللہ تعالیٰ نے فتح کا وعدہ فرمایا اور اپنی تدبیر سے اہل ایمان اور کافروں کو بدر پہنچا دیا جہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تاریخی فتح دے کر ''یوم بدر'' کو ''ایام اللہ'' میں سے اہم دن بنا دیا۔ یہ واقعہ 17 رمضان المبارک کا ہے۔ گویا یہ پہلا رمضان المبارک جنگ بدر کی پیش قدمی اور جنگ کے بعد کے حالات سے نپٹتے نپٹتے گزر گیا۔ مسلمانوں کی پہلی عید ــــــــــــــــ بدر کی شاندار کامیابی، سورۃ روم میں موعود یہود ونصاریٰ کی فتح کی خوش خبری کا مدینہ پہنچنا اور بدر کی فتح پر آس پاس کے علاقوں سے تہنیتی وفود کے جلو میں گزاری۔

عیدآزاداں شکوہِ ملک ودین   عیدِ محکوماں ہجوم مومنین

رمضان المبارک 3 ہجری

رمضان المبارک 3 ہجری آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینے میں گزارا اس دوران قریش کی سال بھر کی جنگی تیاریوں کی تکمیل کی اطلاعات آ رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشوروں میں وقت گزار رہے تھے کہ یکا یک آپ ﷺ کوایک قاصد کے ذریعے مکہ سے تین ہزار افراد کے لشکر کی روانگی کی اطلاع ملی جو بھرپور تیاری کے ساتھ روانہ ہوا تھا

آپ ﷺ نے تحمل سے مشورے کئے اور دفاعی اور جنگی منصوبہ بندی فرمائی۔

عیدالفطر اسی منصوبہ بندی میں گزاری قریش کا لشکر 6 شوال 3ھ کو مدینہ اترا آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ باہر نکل کر رات گزاری اور 7 شوال 3ھ کو جنگ اُحد کا دن ہے یہ دن یوں بھی بہت اہم ہے کہ آپ ﷺ زخمی ہوئے زمین پر گرے اور آپ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے۔ اس جنگ میں 70 مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا جن میں حضرت حمزہ، حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔انہیں حالات میں شوال 3ھ میں رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

رمضان المبارک 4 ہجری

شعبان 4 ہجری میں کفار کے عہد کے مطابق ایک معرکہ پیش آیا جسے غزوہ بدر دوم کہتے ہیں اس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے۔واپسی پر رمضان کا ماہ مبارک آیا جو آپؐ نے مدینے میں گزارا۔

رمضان المبارک 5 ہجری

الرحیق المختوم کے مؤلف مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کے بقول غزوہ احزاب شوال 5ھ میں پیش آیا تھا۔دو تین ماہ قبل سے ہی قریش کی جنگی تیاریوں کی اطلاعات مدینہ پہنچ رہی تھیں۔عرب بھر سے قریش کے حلیف (اتحادی) قبائل کے لشکر تیار تھے اور مدینہ پر حملہ کے منتظر۔ اس پس منظر میں رسول اللہ ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا۔ یہ آپؐ کی ذاتی بصیرت کا شاہکار ہے۔ یہ خندق تقریباً 9 کلومیٹر لمبی تھی اور مسلمانوں نے نہایت جانفشانی سے اس کی کھدائی کی۔خود رسول اللہ ﷺ بھی اس میں شریک رہے سردی کا موسم تھا۔ ماہ رجب شعبان اور رمضان المبارک 5ھ کا ایک حصہ اسی تیاری میں گزر گیا۔اور باقی رمضان المبارک، شوال کا مہینہ لشکر کی آمد اور حملہ کے خطرہ میں گزرا۔شوال میں 28 دن یہ محاصرہ رہا تاہم کفار کا لشکر بغیر فتح کے نامراد لوٹ گیا۔ یہ مسلمانوں کے لئے بڑی کامیابی تھی۔ یہ رمضان المبارک بھی جنگی تیاریوں اور پہروں کے جلو میں اور جہاد کے ماحول میں گزرا۔

رمضان المبارک 6 ہجری

2 شعبان کو غزوہ بنی المصطلق کے لئے روانگی ہوئی اور اواخر شعبان میں واپسی، اسی غزوہ میں حضرت عائشہؓ پر قذف کا واقعہ پیش آیا جس سے 40 روز تک آپ ﷺ گھریلو معاملات میں منافقین کے رویے کی وجہ سے سنگین کیفیت سے دوچار رہے۔ پورا رمضان المبارک اس طرح ظاہری طور پر ایک طرح کی بے سکونی میں گزارا۔

رمضان المبارک 7 ہجری

صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان عمرہ نہیں کر پائے تھے اس لئے قضائے عمرہ کے لئے 7ھ میں روانگی ہوئی۔ صلح کے بعد امن کا زمانہ رہا اور ہمارے نبی ﷺ نے مدینہ تشریف آوری کے بعد یہ پہلا رمضان المبارک ہے جو نہایت سکون کے ساتھ گزارا اور صحابہ ؓ کو روزے کی برکات اور احکام سکھائے اور 130 صحابہ ؓ کو ایک مہم کے لئے مقام میفعہ روانہ فرمایا!

رمضان المبارک 8 ہجری

رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہی حدیبیہ کا معاہدہ قریش کی بدعہدی کی وجہ سے ٹوٹ چکا تھا۔ حضرت ابوسفیان نے اس کی تجدید کی کوشش کی مگر رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان سے ملاقات ہی نہیں فرمائی۔ حضرت ابوسفیان کی واپسی کے بعد آپ ﷺ نے جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا اور تیاری کے بعد سفر کا آغاز کیا اور دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ کے باہر پڑاؤ ڈالا۔ حضرت ابوسفیان ؓ ایمان لے آئے اور پھر نبی اکرم ﷺ مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے بغیر جنگ کے مکہ فتح ہو گیا۔ یہ واقعہ 29 رمضان المبارک 8ھ کا ہے 15 دن مکہ میں قیام رہا گویا اوائل رمضان المبارک سے ہی مکہ روانگی ہو گئی تھی۔ اور ماہ صیام جہاد اور جنگ کی کیفیات میں بسر ہوا۔

رمضان المبارک 9 ہجری

یہ ماہ صیام سفر تبوک میں صرف ہوا۔ آپ ﷺ نے پہلے اس جنگ کی تیاری فرمائی۔ نفیر عام دی 30,000 کا لشکر لے کر مقام تبوک روانہ ہوئے ایک ماہ جانے میں صرف ہوا۔ ایک ماہ کے لگ بھگ وہاں قیام رہا قیصر روم جنگ میں مقابلہ پر نہیں آیا۔ واپسی کا سفر رمضان المبارک میں ہوا۔ اور شوال کے اوائل میں مدینہ تشریف آوری ہوئی۔ یہ ماہ صیام پورا سفر جہاد میں گزرا۔

رمضان المبارک 10 ہجری

یہ ماہ صیام جو آپ ﷺ کی وفات سے تقریباً چھ ماہ پہلے آیا آپ ﷺ نے مدینہ میں گزارا اور چونکہ 8ھ اور 9ھ کے ماہ صیام میں آپ ﷺ مدینہ میں مقیم نہ ہونے کی وجہ سے اعتکاف نہیں کر سکے تھے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے پورے ماہ کا اعتکاف فرمایا۔ واللہ اعلم

خلاصہ کلام یہ ہے کہ!

1۔ یہ ماہ صیام مسلمانوں کی فوجی قسم کی جو ایک تربیت کرتا ہے اور روحانی برکات تو جو ہیں وہ ہیں ظاہری برکات میں سے بھی ڈسپلن اور نظم وضبط کا عادی بناتا ہے اس نظم وضبط کا ہدف اور استعمال کیا ہے؟ یہ آج کا عام مسلمان اور رہنمایانِ قوم نہیں سوچتے صوفیاء کرام اپنے مریدوں کی تربیت کر رہے ہیں مگر اس تربیت کا ہدف کیا ہے؟ یہ بات بھی بتانا اور عام کرنا ضروری ہے اس تربیت کا ہدف سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ تربیت میدان جہاد میں بھی دی اور سفر جہاد میں بھی دی اور روزے کی برکات کا صحیح مصرف اور صحیح استعمال سکھایا۔

2۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے مدنی دور میں 9 ماہ صیام آئے جن میں رمضان 2 ہجری جنگ بدر میں اور رمضان 3ھ جنگ احد سے قبل کی تیاری میں صرف ہو گئے۔ رمضان 5ھ جنگ احزاب سے قبل خندق کی کھدائی اور جنگی تیاریوں میں گزرا۔ رمضان 6ھ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر منافقین کی شرارت کے نتیجہ میں واقعہ افک کے پریشان کن حالات اور کرب میں گزرا۔ رمضان المبارک 8ھ فتح مکہ کے سفر اور فتح مکہ اور اس کے بعد جنگی انتظامات میں صرف ہو گیا۔ 9ھ کا ماہ صیام قیصر روم کے مقابلے میں جنگ کے لئے لشکر کی روانگی قیام اور واپسی میں گزر گیا۔ صرف 4ھ، 7ھ، 10ھ کے 3 ماہ صیام مدینے میں حالت امن میں گزرے۔

3۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسی ماہ کی عبادت کے نتیجے میں حاصل توانائی اور روحانی جذبے اور شوق کا اصل ہدف سوائے جہاد کے اور کچھ نہ تھا۔

4۔ کاش آج ہمارا اور ہمارے سارے مسلمان بھائیوں کا رمضان المبارک گزارنے اور

اس کی برکات کے حصول کا ہدف ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے نقش قدم پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتباع میں جہاد کا شوق اور جذبہ اجاگر کرنا ہی ہو جائے تو شاید اس سے امت مسلمہ کی تقدیر بدل جائے۔ وما ذٰلك على الله بعزيز

تبصرۂ کتب

(1)

نام کتاب: قدرِ زر

مرتب: حافظ محمد قاسم صاحب ضخامت: 108 صفحات

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نوشہرہ

پہلی نگاہ میں حافظ محمد قاسم صاحب کی تالیف لطیف بعنوان ''قدر زر'' سے معاً یہ خیال ذہن میں آتا ہے کہ یہ کتاب معاشیات سے متعلق یعنی زر (MONEY) کے مبادلہ کے اتار چڑھاؤ سے بحث کرتی ہے۔ تاہم میری بھی غلط فہمی کتاب کے مندرجات دیکھ کر رفع ہوگئی۔

کتاب شیخ الحدیث حضرت مولانا زرولی خان مدظلہ کے قلم سے نکلے ہوئے مختلف کتب پر تبصرے اور جامعہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نوشہرہ میں تشریف آوری کے موقع پر استقبالی اجتماعات سے خطابات اور تجزیئے ہیں جو مختلف اوقات میں آپ نے ارشاد فرمائے اور رسالہ ''الاحسن'' وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ مؤلف زید عمرہ کی سعادت یہ ہے کہ انہوں نے ان علمی معارف اور عالمانہ تجزیوں اور ہمت افزائی کے کلمات کو یکجا کر کے شائع کر دیا ہے تا کہ علماء حق کا قدر دان طبقہ بسہولت اس سے استفادہ کر سکے۔

دور حاضر میں علم دین کی اشاعت میں علماء کرام کا آپس کا ربط وضبط اور اکابر علماء کا اصاغر راہ روانِ راہ حق اور خادمان دین مبین کی حوصلہ افزائی اور سر پرستی کا بڑا ہاتھ ہے۔اللہ تعالیٰ اس تعـاون علی البر والتقویٰ میں برکت دے اور سب مسلمانوں کو اثم اور عدوان پر تعاون سے بچائے آمین۔کتاب کے مطالعے سے انسان ایک دفعہ اپنے آپ کو علماء کی مجالس میں محسوس کرتا ہے۔

نام کتاب: خصائل نبوی ﷺ کا دلآویز منظر

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ

ضخامت : 166 صفحات

ناشر : القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ (سرحد)

قرآن مجید ’’رشد و ہدایت کا وہ وسیع سمندر ہے کہ شناور جتنے خلوص،عقیدے کی پختگی اور سنجیدگی سے اس میں غوطہ زن ہوتا ہے۔ہدایت ورہنمائی کے اتنے ہی گوہر نایاب حاصل کرتا ہے اسی طرح صاحبِ قرآن ﷺ کے کلام مقدس میں یہ اعجاز موجود ہے کہ محبت اور عقیدت میں ڈوب کر جس قدر فرامینِ رسول ﷺ کا مطالعہ کیا جائے گا علم وعمل کے اتنے باب اس پر وَا ہوں گے۔

مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ ایک وسیع المطالعہ اور کثیر التصانیف عالم دین ہیں۔ایک تسلسل کے ساتھ مختلف عنوانات پر کتابیں تصنیف وتالیف فرمارہے ہیں۔مولانا حقانی ’’شمائل ترمذی‘‘ کی شرح آسان اور عام فہم انداز میں تحریر فرمارہے ہیں اور اس ضخیم کتاب کو چھوٹے اجزاء میں شائع کر کے متوسط طبقہ تک پہنچانے کی سعی فرمارہے ہیں۔زیر تبصرہ کتاب اس سلسلہ کی ساتویں کڑی ہے اس سے قبل اس سلسلہ کی چھ کتابیں شائع ہو کر قبول عام حاصل کر چکی ہیں۔اس حصہ میں پیغمبر انقلاب ﷺ کے بستر مبارک،انکساری،اخلاق وعادات،حیا اور پچھنے لگوانے سے متعلق 37 احادیث کو عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔کتاب کے شروع میں لکھے ہوئے مقدمہ نے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ کیا ہے۔چہرنگا خوب صورت جاذبِ نظر سرِ ورق،مضبوط جلد اور کمپیوٹرائزڈ کتابت سے مُزین اس خوب صورت کتاب کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ احادیث

مبارکہ پر اعراب کا اہتمام بھی کیا گیا ہے جس سے عام قاری بھی احادیث کو بآسانی پڑھ سکتا ہے۔ اللہ رب العزت اس کتاب کو مولانا حقانی کے لئے نجات کا ذریعہ اور عوام کے لئے نفع دینے والا بنائے۔(آمین)

نام کتاب: فانی زندگی کے چند ایام

(خودنوشت سوانح حیات شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان شہید رحمۃ اللہ علیہ)

ضخامت : 154 صفحات

ناشر : القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ (سرحد)

علوم وفنون کی صف میں سیرت وسوانح کا ایک خاص درجہ ہے ایک عام انسان کے حالات زندگی بھی دوسروں کے لئے کسی نہ کسی درجہ دلیل راہ ہوتے ہیں، عام آدمی بھی اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے منصوبے باندھ کر اپنے چھوٹے سے دائرہ عمل میں ترقی کے لئے ٹھوکریں کھاتا ہے، مزاحمتیں برداشت کرتا ہے، تھک کر بیٹھ جاتا ہے، سستاتا ہے اور پھر آگے بڑھتا ہے غرض سعی و عمل، جدوجہد اور ہمت وعزیمت کے جونشیب وفراز کسی بڑے حکمران کے حالات زندگی میں موجود ہوتے ہیں وہی ایک غریب ومزدور کے سوانح عمری میں بھی نظر آتے ہیں۔

زیر نظر کتاب شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان مدنی شہید رحمتہ اللہ کے خودنوشت سوانح ہیں جو مولانا موصوف نے اپنے تلامذہ کی درخواست پر سپرد قلم کئے تھے۔ یہ کتاب ایک سبق آموز داستان ہے جس کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آج کے ماحول میں بھی کچھ گھرانے اور شخصیات دین کی تعلیم وتبلیغ اور ترویج واشاعت کو اپنا مقصد زندگی سمجھتے ہیں اور اسلام کے نفاذ کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دینے کے جذبہ سے سرشار رہتے ہیں ایسے ہی پاکیزہ سیرت لوگ انسانوں کا سرتاج ہوتے ہیں۔ مولانا موصوف نے طویل عرصہ تشنگان علوم قرآن وحدیث کو سیراب کیا اور انتخابات میں کامیاب ہوکر بھی اعلیٰ حکام کو خوف وخشیت الٰہی کا درس دیا، مختلف ممالک کا دورہ بھی کیا اور زندگی بھر انسانیت کی دائمی فلاح وکامیابی کا درس دیتے رہے ان کی شہرت کے ڈنکے عرب وعجم میں بجتے رہے۔ بالآخر یہ نابغہ روزگار عالم دین 68 سال کی عمر میں قاتلوں کی گولیوں کا نشانہ بن گیا (طَيَّبَ اللّٰهُ ثَرَاهُ وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ) ۔ مولانا عبدالقیوم حقانی

صاحب مدظلہ کا شیخ الحدیث کے سوانح حیات کی اشاعت اور ان کی شہادت پر اپنے ماہنامہ کی خصوصی اشاعت کا اہتمام کرنے کا عزم قابل قدر ہے۔

قرآن اکیڈمی ملتان میں خطابات کا سلسلہ

ساتواں خطاب

وطن ہمارا (2)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

قرآن اکیڈمی ملتان کے زیر اہتمام سلسلہ وار خطابات کا پروگرام ماہ مارچ 07ء میں منعقد ہوا تھا جس کی ترتیب یہ تھی۔

18مارچ	رب ہمارا	ڈاکٹر عبدالسمیع	(قرآن اکیڈمی فیصل آباد)
19مارچ	رسول ہمارا	چوہدری رحمت اللہ بٹر	(ناظم شعبہ دعوت وتربیت تنظیم اسلامی)
20مارچ	قرآن ہمارا	انجینئر مختار فاروقی	(قرآن اکیڈمی جھنگ)
21مارچ	منزل ہماری	شیخ شجاع الدین	(قرآن اکیڈمی کراچی)
22مارچ	عزم ہمارا	خالد عباسی	(ناظم حلقہ شمالی پنجاب وکشمیر)
23مارچ	راستہ ہمارا	حافظ عاکف سعید	(امیر تنظیم اسلامی پاکستان)
24مارچ	وطن ہمارا	ڈاکٹر اسرار احمد صاحب	(بانی تنظیم اسلامی پاکستان)

اس سلسلے کو حکمت بالغہ کے قارئین تک پہنچانے کے لئے شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا چنانچہ اس سلسلے کے پہلے چھ خطابات گزشتہ شماروں میں ترتیب وار شائع ہو چکے ہیں اسی سلسلے کے آٹھویں خطاب ''وطن ہمارا'' کی دوسری قسط شائع کی جارہی ہے۔ مقرر تھے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب (بانی تنظیم اسلامی پاکستان) خصوصی بات یہ ہے کہ ساتواں اور آخری خطاب قرآن اکیڈمی ملتان میں نہیں بلکہ ضلع کونسل ہال ملتان میں منعقد ہوا تھا۔ یاد رہے کہ یہ خطابات آڈیو ٹیپ سے اتار کر شائع کئے جارہے ہیں انداز تحریر کی بجائے

تقریر کا ہی نمایاں ہے۔(ادارہ)

(لیکن 1905ء میں علامہ اقبال پی ایچ ڈی کرنے کے لئے اور بار ایٹ لاء کرنے کے لئے انگلینڈ چلے گئے وہاں تین سال رہے ہیں اور وہاں ایک عجیب انقلاب آیا ہے اقبال کے اندر ؏ ''مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے'' وہاں کے حالات دیکھ کر، وہاں کی تہذیب سے براہِ راست CONTACT ملا تو طبیعت کے اندر ایک شدید ردعمل پیدا ہوا۔اور یہ میرا بھی مشاہدہ ہے' میں سن 70 میں پہلی مرتبہ انگلینڈ گیا تھا وہاں بھی مشاہدہ ہوا بعد میں 79 سے مسلسل امریکہ جاتا رہا 2001 تک' کہ جن لوگوں کی بنیادی تربیت میں مذہبی جذبہ ہوتا ہے جن کے والدین کی طرف سے کچھ نہ کچھ مذہبی روح ان میں منتقل ہوتی ہے وہ یہاں رہتے ہوئے اگر دبی بھی رہے تو وہاں جاتے ہی بھڑک اٹھتی ہے وہ ایک REACTION ہوتا ہے وہاں جا کر اپنی بات یاد آتی ہے۔ ؏ ''مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے'')۔جب 1908ء میں واپس آئے ہیں ذرا نوٹ کیجیے کہ اب انہوں نے 1908 سے 1930 تک کیا کیا؟ اسلام کے فلسفہ وفکر کی تدوین نو، RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM, قرآن کی جدید حکیمانہ تفسیر،مَیں اقبال کو مفسرین میں شمار کرتا ہوں اگرچہ ان کی کوئی تفسیر لکھی ہوئی نہیں ہے اور میں خود اپنے آپ کو ان کا خوشہ چین شمار کرتا ہوں میں نے اپنی چار SOURCES معین کی ہیں کہ میری سوچ اور میرے علم اور میری جو بھی فکر ہے میں نے یہ جہاں جہاں سے جمع کیا ہے ان میں سے ایک اقبال ہے پھر انہوں نے ایک منادی کی کہ اسلام کے احیاء کا دور آرہا ہے امت مسلمہ کی نشأۃ ثانیہ ہونے والی ہے۔

نکل کر صحرا سے جس نے رومہ کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے کہ وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

اور

کتاب ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

یہ ولولہ یہ غلغلہ 1908 سے 1930 تک پورے ہندوستان میں ایک لہر دوڑ گئی ایک نیا جذبہ پیدا ہو گیا ایک امید کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اور اقبال سے پہلے کا ہمارا قومی شاعر کون تھا؟ حالی! حالی کے ہاں صرف مرثیہ ہے

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

مایوسی ہی مایوسی ہے اور

اے خاصۂ خاصانِ رسلؐ وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
وہ دین جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے

مرثیہ! اقبال کے ہاں مرثیہ بھی ہے ان کی ایک نظم جو بڑی عظیم ہے جب انگلستان جا رہے تھے جزیرہ صقلیہ کے پاس سے جہاز گزر رہا تھا یہ سسلی کو عرب صقلیہ کہتے تھے یہ اٹلی کے نیچے جو ایک جزیرہ ہے سسلی اور یہاں مسلمانوں کا بہت بڑا بحری اڈہ ہوتا تھا پورے MEDITERRANEAN پر ان کا قبضہ تھا ان کا جو اڈہ تھا وہ سسلی تھا وہاں سے گزرتے ہوئے جو خون کے آنسو روئے ہیں

رو لے اب دل کھول کے اے دیدۂ خوں نابہ بار
وہ نظر آتا ہے تہذیبِ حجازی کا مزار
تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی

اور اس کا آخری شعر یہ ہے کہ

غلغلوں سے جن کے لذت گیر اب تک گوش ہے

کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے؟

کیااب یہاں دوبارہ اللہ اکبر ـــــــــــــ کوئی مؤذن کھڑا ہوکرنہیں کہے گا؟

تواقبال کے ہاں مرثیہ بھی ہے لیکن اس کے ہاں ایک پرامید مستقبل کی خبر بھی ہے خوشخبری بھی بشارت بھی ہے اورتجدید ملت اسلامی کا علمبردار بن کر جب اقبال کھڑا ہواہے تو ایک تو اس نے CAPITALISM پرنفی کی اوراشتراکیت کی نفی کی، مغربی تہذیب کی دھجیاں بکھیر دیں۔

دیارمغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے

کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرکم عیار ہوگا

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

یہ ولولہ یہ غلغلہ یہ طنطنہ یہ حوصلہ مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حالانکہ اس وقت جومغرب تھا ہم کہاں تھے اور وہ کہاں تھا زمین اور آسمان کا فرق تھا ہم خاک نشین اور وہ عرش نشین لیکن نہیں ایک آدمی کے اندر جذبہ پیدا ہوا ہے اور سب سے بڑا کام جو اقبال نے کیا ہے وہ وطن کے بت کوتوڑنا ہے وہی وطن ع ''خاکِ وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے'' لیکن اب چونکہ تحریک چل رہی تھی ایک وطن ایک قوم NATION STATES کا تصور مغرب سے آیا کہ ایک ملک میں رہنے والے ایک قوم ہیں مذہب ان کا جو بھی ہو اس کو اپنے گھروں میں رکھو مذہب اپنے پاس رکھو قوم ایک ہے اور اس میں شدید خطرہ تھا کہ اسلام گم ہوجائے اسلام تو نظام ہے دین ہے وہ صرف مذہب نہیں ہے اگر مذہب ہوتا تو وہ یقیناً اس طرح کی کسی سکیم میں شامل ہوجاتا اسلام تو دین ہے دینُ اللّٰہ ہے پورا نظام ہے اس کا معاشی نظام اپنا ہے، سیاسی نظام اپنا ہے، معاشرتی نظام اپنا ہے، قانونی نظام اپنا ہے، عدالتی نظام اپنا ہے، وراثتی قانون اپنا ہے، شہادت کا قانون اپنا ہے، عائلی قوانین اپنے ہیں ہر شے علیحدہ ہے لیکن اب ایک زبردست تحریک (اس کو بھی میں آپ کے سامنے کچھ بیان کردوں گا) یہ اٹھ رہی تھی کہ وطن ایک ہے اور قوم بھی ایک ہے اور اس میں بہت بڑی بڑی شخصیتیں بھی بہہ گئیں مولانا آزاد جیسا عبقری اور مولانا مدنی رحمۃ اللہ جیسا عظیم مجاہد' انہوں نے بھی کہہ دیا تھا کہ آج کے دور میں قومیں وطن سے بنتی ہیں جس پر اقبال نے پھر بہت سخت تنقید کی تھی

عجم ہنوز نداند رموزِ دین ورنہ

ز دیو بند حسین احمد ایں چہ ابوالعجبی ست

سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر از مقام محمد ﷺ عربی ست

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بأو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

دین تو نام ہی مصطفےٰ ﷺ کا ہے، دین کا سارا ڈھانچہ تو بنتا ہی سنت رسول پر ہے قرآن کہتا ہے نماز پڑھو نماز پڑھو! کیسے پڑھو؟ یہ قرآن نہیں بتاتا پانچ نمازیں قرآن نہیں بتاتا چار رکعتیں دو رکعتیں یہ قرآن نہیں بتاتا نظام صلوٰۃ بنتا ہے تو سنت سے بنتا ہے دین کا سارا معاملہ ہے ہی سنت رسول ﷺ سے۔ بہر حال اب میں آپ کے سامنے اقبال کی اس نظم کے اشعار بھی سنا دوں جس میں کہ واقعتاً شدید ترین جذباتی حد تک وطنیت کی نفی کی ہے

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور

ساقی نے بنا کی روش لطف وستم اور

تہذیب کے آذر نے ترشوائے صنم اور

مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے

جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے

غارت گر کاشانۂ دین نبوی ہے

یہ نئی تہذیب NATION STATE کا مغرب سے تصور آیا ہے ایک ملک میں رہنے والے ایک قوم ہیں۔

بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے

اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے

نظارہ دیرینہ زمانے کو دکھلا دے

اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے

یہ اشعار تو بہت عرصے سے میں نے بار بار کوٹ کیے ہیں لیکن پچھلے دنوں دو اور اشعار کی طرف ذہن متوجہ ہوا ہے۔

منزل راہ رواں دور بھی دشوار بھی ہے

کوئی اس قافلے میں قافلہ سالار بھی ہے؟

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکۂ دین و وطن

قوم دین پر ہے یا وطن پر؟ یہ جنگ ہے جو چل رہی ہے اور یہ جو غزوہ خیبر کا تذکرہ کر رہے ہیں

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکہ دین وطن

اس زمانے میں کوئی حیدر کرار بھی ہے؟

یہ اشارہ خود اپنی ذات کی طرف کر رہے ہیں۔ یہاں میں تھوڑا سا آپ کا وقت اور لوں گا اقبال تو یہ کر رہا تھا ہندو کیا کر رہے تھے؟ ہندوؤں میں بھی اب اپنی تہذیب اپنا تمدن اپنا ماضی دوبارہ زندہ کرنے کے لئے عظیم تحریکیں شروع ہو چکیں تھیں۔

سب سے پہلے بنکم چندن چٹر جی نے وطن پرستی کی بنیاد پر ایک بڑی عظیم تحریک شروع کی اور بندے ماترم جو بھارت کا آج بھی قومی ترانہ ہے وہ اسی کی ایجاد ہے۔

ہم وطن کے پوجنے والے ہیں

بندے ہیں ہم وطن کے

پھر راجہ رام موہن رائے سامنے آئے اور انہوں نے برہمو سماج بنایا کہ اجی چھوڑو شریعتوں کو، اللہ کو تو سب مانتے ہو نا۔ آپ نے اللہ کہہ دیا کسی نے مہادیو کہہ دیا کسی نے GOD کہہ دیا کسی نے کچھ اور کہہ دیا بس اللہ کی محبت ہونی چاہیے باقی چھوڑو ان نبوتوں، رسالتوں، تہذیبوں اور شریعتوں کو، جو کبھی دین اکبری یا دین الٰہی کا معاملہ تھا راجہ رام موہن رائے نے اس کو دوبارہ زندہ کیا ہے بڑا عالم اور بڑا افاضل انسان تھا آٹھ دس زبانوں کا ماہر، عربی اور فارسی کا انتہائی ماہر تھا اب ایسے لوگوں کی تحریک جو ہے ظاہر بات ہے وہ تو شریعت کی سی ہے جیسے کہ احمد سرہندی

رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطوط کے اندر لکھا ہے اور وہی اقبال کہہ رہا ہے کہ سارا معاملہ تو ہے ہی ایمان بالرسالت کا۔ آج بھی ہمارے ہاں بہت سے لوگ آتے ہیں کہ ایمان بالرسالت کیا ضروری ہے جی؟ اللہ کو مانیں آخرت کو مانیں اور اچھے کام کریں بس یہ ہونا چاہیے کیا ضروری ہے کسی رسول کا ماننا؟ وہ مختلف پیرایوں میں آج بھی وہ تحریکیں چل رہی ہیں کہیں روشن خیالی کے تحت ہے اور کہیں حدیث کا استخفاف اور حدیث کی نفی اور انکار کی بنیاد پر۔ اس کے بعد ایک اور شخص ابھرا ہے یہاں پر میری عمر کے لوگ تو شاید چند ہی ہوں گے جنہیں یاد ہو کہ یہ ''ستیارتھ پرکاش'' ایک کتاب آئی تھی زہریلی' دیانند سرسوتی اس کا مصنف تھا اس نے قرآن پر بڑے رقیق حملے کیے تھے آریہ سماج قائم کیا جو بڑا MILITANT تھا اس آریہ سماج کا موقف یہ تھا کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کا ملک ہے مسلمان یا ہندو ہو جائیں یا یہاں سے نکل جائیں یہاں ان کو نہیں رہنے دیا جائے گا اسی آریہ سماج کے بطن سے R.S.S پیدا ہوئی ہے ''راشٹریہ سوائم سیوک سنگھ'' انتہائی MILITANT انتہائی زہریلی مسلمانوں کے خلاف جن کے تین لاکھ کارکنوں نے جا کر ایودھیا کی بابری مسجد کو منہدم کیا ہے۔ یہ چیز بھی ساتھ ساتھ چل رہی تھی اب گویا کہ ہندو مسلم مسئلہ پوری شدت کے ساتھ سامنے آ گیا اب یہ دو قوتیں بالمقابل آ گئیں بہر حال اس میں اب تبدیلی جو آئی ہے دسمبر 1930 محمد علی جناح جا چکے انگلینڈ مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس الہ آباد میں ہو رہا ہے اس کی صدارت کے لئے بلایا گیا علامہ اقبال کو' یہ مسلم لیگ کے HORIZON پر ایک نیا سورج طلوع ہوا ہے اقبال کی شکل میں' وہ مسلم انڈیا کی تاریخ میں عظیم لینڈ مارک ہے اس میں علامہ اقبال نے ایک طرف منطقی فلسفیانہ اور تمام عُمرانی اصولوں کے ساتھ بحث کر کے ثابت کیا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہے اور وہ کسی دوسری قومیت کے ساتھ ضم نہیں ہو سکتی۔ شعروں میں تو وہ پہلے بھی کہہ رہے تھے لیکن نثر میں آ کر سنجیدہ زبان میں آ کر اور پھر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے ANNUAL SESSION OF ALL INDIA MUSLIM LEAGUE AT ILLAH ABAD ان کی جو حیثیت تھی انہوں نے ثابت کر دیا اسی کا نام ہے TWO NATION THEORY اور اس ٹونیشن تھیوری کا سراغ ویسے تو ہم لگا سکتے ہیں سر سید احمد خان سے اور مسلم لیگ میں لیکن اس کو مدلل کر کے اور مبرہن کر کے دلائل کے ساتھ سوشیالوجی کے مسلمہ اصولوں کے

مطابق ثابت کیا ہے اقبال نے اپنے خطبے کے اندر اور نمبر دو اس میں اقبال نے ایک خوشخبری دی ہے کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک آزاد مسلمان ریاست قائم ہوگی یہ 1930 میں بات ہو رہی ہے اس کا RESOLATION ابھی دس سال بعد چالیس میں پاس ہوگا اور وجود تو سترہ سال بعد ہوگا۔ علامہ اقبال نے فرمایا کہ ''میں محمد علی جناح کے 14 POINT سے بھی آگے جانا چاہتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ پنجاب اور سرحد اور بلوچستان اور سندھ کو جمع کر کے ایک ریاست بنا دیا جائے اور یہ ریاست اگر برطانوی حکومت کے اندر ہو تو وہ گویا ایک STATE علیحدہ ہو جائے گی جیسے ONE UNIT ہمارے ہاں بنا تھا اور اگر باہر ہو تو علیحدہ آزاد ریاست ہو جائے گی کیونکہ اس وقت تک انگریز کے ہندوستان سے جانے کا کوئی امکان کسی شخص کو بھی نظر نہیں آ سکتا تھا انہوں نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہوگا IT IS THE DESTINY۔ یہ آپ کو جو دو کتابچے دیئے گئے ہیں ان میں یہ اقتباسات دید یئے گئے ہیں تا کہ تقریر کے دوران تو ان کا حوالہ ہی ہوگا آپ ان کو پڑھ کر تفصیل سے جان سکتے ہیں۔ اور اس میں پھر انہوں نے جسے میں کہتا ہوں کہ مزید ایک انجکشن دیا ابھی تک مسلم لیگ کی تحریک چل رہی تھی ایک NEGATIVE MOTIVE پر خوف خوف خوف ہندو کا خوف ہندو ہمیں دبا لے گا ہندو ہمارے اوپر ظلم کرے گا ہندو ہمارا مذہب بھی بدل دے گا اب تو شدھی کی تحریک بھی شروع ہو چکی تھی، راجستان میں ایک بڑے پیمانے پر شدھی ہو رہی تھی اسی کے جواب میں مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغی جماعت قائم کی ہے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے۔ بہر حال وہ جو ایک خوف کا ایک ELEMENT ہے ظاہر بات ہے یہ NEGATIVE ELEMENT ہے منفی ہے اب یہاں آ کر اقبال نے ایک مثبت انجکشن لگایا میں کہا کرتا ہوں جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ مریض ہسپتال میں پڑا ہوا ہے اور اسے گلوکوز کی بوتل لگی ہوئی ہے اور ٹیوب میں سے گلوکوز خون میں مسلسل جا رہی ہے اب اگر کوئی اور ٹیکہ لگانا ہے تو اسی ٹیوپ کے اندر ٹیکہ لگا دیتے ہیں خواہ مخواہ کوئی اور PRICK مریض کو کاہے کو دینی۔ اب انہوں نے مسلم لیگ کو مثبت جذبہ ایک نیا PRICK دیا ہے کہ اگر ہمیں ایک آزاد مسلمان ملک مل جاتا ہے تو ہمیں موقع مل جائے گا کہ اسلام کے چہرے پر جو بدنما داغ اور دھبے دور ملوکیت میں آ گئے تھے انہیں ہٹا کر اسلام کا صحیح نقشہ دنیا کے سامنے پیش کریں اور اس میں ہم

اپنے ORIGINAL اصول لیں اور آج کی دنیا کے تقاضوں کو جمع کر کے ایک نظام بنائیں اور اسے گویا کہ پوری دنیا کے لئے LIGHT HOUSE بنائیں' یہ POSITIVE جذبہ ہے صرف ہندو کے خوف کی بات نہیں بلکہ ہم اسلام کا احیاء چاہتے ہیں۔

اب آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ عرب IMPERIALISM یہ عرب شہنشاہی جو ہے بنی امیہ اور بنو عباس کی حکومتیں کیا تھیں؟ ملوکیت۔ کہہ دیتے ہیں ہم خلیفہ! یہ خلیفہ تھے؟ خلیفہ تو ابو بکر تھے عمر تھے عثمان تھے علی رضی اللہ عنہم تھے چٹائیوں پر بیٹھنے والے کوئی محل نشین تو نہیں تھے یہ تو بادشاہ تھے ان کا کروفر تھا ان کے خزانے تھے ان کے محل تھے ان کی عیاشیاں تھیں ان کے ناؤ نوش تھے اور کوہِ قاف کا سارا نسوانی حسن لا کر اپنے محلوں میں ہزار ہا ہزار لونڈیاں رکھی تھیں یہ کیا تھا یہ اسلام تھا؟ اور دنیا تو اسلام کو انہی کے حوالے دیکھتی ہے وہ دس برس مدینہ کی ریاست کے اور تیس برس خلافت راشدہ کے کل چالیس برس اور یہ جو سارا آگے پیچھے ہوا ہے ہزار برس میں وہ تو اسلام کو اسی حوالے سے دیکھیں گے۔ تو آج گویا کہ ہمیں موقع مل جائے گا کہ ہم اسلام کا وہ نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں ظاہر بات ہے کہ عرب ملوکیت سے پہلے کیا تھا خلافت راشدہ تھی گویا کہ لفظ 'خلافت راشدہ' اس میں نہیں آیا ہے لیکن یہ کہ اس کے معنی تو خلافت راشدہ کے ہیں اس کا نظام قائم کیا جائے اور دنیا کو دکھایا جائے کہ COME AND SEE WITH YOUR OWN EYES AND SEE

THIS IS ISLAM.

یہ ہے مثبت انجکشن جو علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے جسد میں لگایا ہے یہی انجکشن علامہ اقبال نے ایم اے جناح کو لندن میں جا کر لگا دیا۔ 1932ء کی تیسری گول میز کانفرنس میں جناح صاحب تو شریک ہی نہیں تھے وہ تو سیاست چھوڑ چکے تھے اب دیکھئے جناح صاحب کی زندگی کے یہ دو دور ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں وہ تو وہاں انگلینڈ میں تھے اپنی PRACTICE کر رہے تھے اقبال 1932ء میں اس گول میز کانفرنس میں گئے تھے وہاں ملاقاتیں کی ہیں اور یہی نقشہ ان کے سامنے رکھا ہے کہ یہ ہندو مسلم مسئلہ چھوڑ کر اسلام کے مسئلے کو لے کر کھڑے ہو جاؤ۔ یہ

ہے درحقیقت وہ چیز جس سے کہ محمد علی جناح کی قلب ماہیت ہوئی ہے۔ میں آپ کو کچھ اقتباسات سناؤں گا کہ محمد علی جناح کی نگاہ میں اقبال کا مقام کیا تھا پہلے میری بات سن لیجیے کہ جیسا کہا ہے مولانا روم نے فرمایا!

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

مولانا روم مولائے روم نہیں بن سکتا تھا جب تک کہ شمس تبریز کے روحانی فیض سے فیض یاب نہ ہوتا۔ محمد علی جناح قائداعظم نہیں بن سکتا تھا اگر اقبال کے فیض سے فیض یاب نہ ہوتا مولانا رومی کو مولائے روم بنانے والا شمس تبریز اور ایم اے جناح کو قائداعظم بنانے والا علامہ اقبال ہے۔ اس میں مجھے خیال ہے کہ بہت سے لوگ بڑے پریشان ہو جائیں گے کہ اس میں کچھ باتیں نئی ہیں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ خود قائداعظم نے جو کچھ علامہ اقبال کے بارے میں کہا ہے وہ آپ کو سنا دوں۔ دیکھئے یہ کلکتہ 21 اپریل 1938 کی بات ہے

A MAMOTH PUBLIC MEETING OF MUSLIMS OF CALCUTTA WAS HELD ON THE FOOTBALL GROUND ON THE 21st OF APRIL TO CONSIDER THE PHALESTINE PROBLEM BUT IT WAS CONVERTED IN TO CONDOLANCE MEETING TO MOURN THE DEATH ALLAMA IQBAL Mr. M.A. JINNAH PRESIDED. جلسہ ہو رہا تھا اور وہاں پر خبر پہنچ گئی کہ علامہ اقبال کا انتقال ہو گیا جلسہ تھا فلسطین کے مسئلے پر غور کرنے کے لئے لیکن وہ بعد میں تعزیت کا جلسہ بن گیا اب وہاں کیا کہتے ہیں جناح صاحب!

Mr. M.A. JINNAH SAID: THE SORROWFULL NEWS OF THE DEATH OF Dr. SIR MUHAMMAD IQBAL HAS PLUNGED THE WORLD OF ISLAM IN BLOOM AND MORNING.SIR MUHAMMAD IQBAL WAS UNDOUBTEDLY ONE OF THE GREATEST POETS, PHILOSPHORS, AND

SEERS OF HUMANITY OF ALL TIMES. HE TOOK A PROMINENT PART IN POLICTICS OF HIS COUNTRY AND IN INTELLECTUAL AND CULTURAL NEWCONSTRUCTION OF THE ISLAMIC WORLD. HIS CONTRIBUTION TO LITERATURE AND THOUGHT OF WORLD WILL LIVE FOREVER.

TO ME HE WAS A PERSONAL FRIEND, اور آخری بات
PHILOSPHER AND GUIDE AS WELL AS SUCH THE MAIN
MY INSPIRATION IN SPIRITUAL SUPPORT. SOURCE OF
SPIRITUAL مجھے INSPIRATION میرے اندر جذبہ جو جگایا ہے، میری
SUPPORT جو دی ہے وہ اقبال نے دی ہے یہ محمد علی جناح 1938 میں کہہ رہے ہیں ابھی
قائداعظم نہیں بنے۔اور دوسرا ابھی سن لیجئے! لاہور میں 25 مارچ 1940 میں یوم اقبال منایا گیا تھا
وہاں کہتے ہیں کہ IF I LIVE TO SEE THE IDEAL OF A MUSLIMT
STATE BEING ACHEIVED IN INDIA AND THEN I WERE OFFERED TO MAKE A CHOICE BETWEEN THE VERSE OF IQBAL AND THE RULER SHIP OF ISLAMIC STATE I WOULD PREFER THE FORMER.

اگر ہم ایک آزاد اسلامی ریاست انڈیا میں قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور پھر
مجھے OFFER دی جائے CHOICE دیا جائے کہ چاہے تو اقبال کا کلام لے لو اور چاہے تو
حکومت لے لو حاکم بن جاؤ تو میں اقبال کا کلام پسند کروں گا۔

CONTINUING Mr. JINNAH SAID THAT IN APRIL,36 HE THOUGHT OF TRANSFORMING THE MUSLIM LEAGUE WHICH WAS THEN ONLY AN ACADEMIC INSTITUTION

INTO A PARLIAMENT OF A MUSLIM INDIA. FROM THAT TIME TO THE END OF HIS LIFE HE IQBAL STOOD AS A ROCK BY HIS SIDE. Mr. JINNAH SAID THAT HE WAS NOT ONLY A GREAT POET WHO HAD A PERMANENT PLACE IN THE HISTORY OF THE WORLD'S BEST LITERATURE. HE WAS A DYNAMIC PERSONALITY. WHO DURING THE LIFE TIME MADE THE GREATEST CONTRIBUTION TOWARD THE RISING AND DEVELOPING THE MUSLIM CONSCIOUSNESS.

یہ ہیں جذبات قائداعظم کے علامہ اقبال کے بارے میں اور یہ ہے جو میں نے آپ کے سامنے پوری تاریخ کا تجزیہ کر کے بتادیا کہ نظریۂ پاکستان 1930 کے خطبے میں علامہ اقبال نے دیا اور یہی نظریہ پاکستان پھر 1932 میں جا کر قائداعظم کو دیا ہے یہ صورتحال ایسے ہو رہی تھی کہ اس سے مثبت اور منفی تاریں مل گئیں آپ کو معلوم ہے کہ بجلی کی دو تاریں ہوتی ہیں NEGATIVE اور POSITIVE جب جوڑ دیں گے کرنٹ دوڑے گا یہ سوئچ ON کرتے ہیں کہ دونوں میں کنکشن ہو جائے تو جو منفی چیز تھی ہندو کا خوف اور مثبت چیز تھی احیاء اسلام یہ دونوں جب جڑ گئے تو پھر جو مسلمانانِ ہند کے اندر جذبہ پیدا ہوا پھر جو امنگ پیدا ہوئی پھر جو SUPPORT مسلم لیگ کو ملی ہے اور اس کے بعد 1937 سے لے کر 1947 تک جس طریقے سے قائداعظم نے ہر جگہ اسلام کی قوالی گائی ہے قوالی مَیں جان بوجھ کر کہہ رہا ہوں کہ قوالی میں تکرار ہوتی ہے ہر جگہ اسلام ہماری تہذیب، ہمارا تمدن، ہمارے قوانین، ہمارا دستور یہ سارا معاملہ ہر جگہ پر۔ قائداعظم محمد علی جناح کے سو سے زیادہ اقتباسات ہم نے جمع کیے ہیں پاکستان بننے سے پہلے کی تقاریر سے اور چالیس پاکستان بننے کی بعد کے تقاریر سے جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ پاکستان میں اسلام ہوگا اور ہمیں پاکستان اسلام کے لئے چاہیے۔ آج کے کچھ دانشور اس بارے میں نامعلوم کس قسم کی غلط باتیں کر رہے ہیں اور جو حقائق ہیں وہ آنکھوں سے اوجھل ہو چکے ہیں۔

بہر حال اسی کا نتیجہ تھا یہ کہ 1946 کے ELECTION میں پورے ہندوستان کے مسلمانوں نے مسلم لیگ کو ووٹ دے دیا۔غور کیجیے یہاں مَیں ایک لفظ استعمال کر رہا ہوں یہ پاگل پن تھا یو پی کے مسلمان نے پاکستان کو کیوں ووٹ دیا کیا یہ پاگل پن نہیں تھا کیا یو پی پاکستان میں آ سکتا تھا؟ کیا کوئی دنیوی سوچ آمادہ کر سکتی تھی یو پی کے مسلمان کو سی پی کے مسلمان کو مدراس کے مسلمان کو بمبئی کے مسلمان کو کہ وہ مسلم لیگ کو ووٹ دے؟ جو PARTITION OF INDIA کے لئے کھڑی ہو چکی ہے 1940 میں RESOLUTION پاس ہو چکا ہے۔ یہ اصل میں جو جذبہ ابھرا ہے اسلام کے نام پر' مسلمان جو اٹھتا ہے تو اسلام کے نام پر' پاکستان کا مطلب کیا؟ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه میں تو ایک ننھے سے کارکن کی حیثیت سے شریک رہا ہوں، مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا میں بھی کارکن تھا ہائی سکول کے طالب علم کی حیثیت سے اور ضلع حصار کی فیڈریشن کا جنرل سیکرٹری تھا، 1946 میں ایک بڑا جلسہ ہوا تھا فیڈریشن کا اسلامیہ کالج لاہور میں حبیبیہ ہال ہے جس میں قائد اعظم بھی تشریف لائے تھے وہاں پر ہر ضلع سے صرف دو دو نمائندوں کو آنے کی اجازت تھی ضلع حصار کے دو میں سے ایک میں تھا ہم نے جو دعوے کیے ہم نے دعائیں کیں ہم نے جو گڑگڑا کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کیا کہ اے اللہ ہمیں انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی سے نجات دے دے ہم تیرے دین کا بول بالا کریں گے البتہ یہ بھی سمجھ لیجیے کہ ہندو مسلم کشاکش اور دشمنی اس وقت جس حد تک پہنچ چکی تھی اس کے حوالے سے بھی قائداعظم کا ایک قول سن لیجیے یہ 17 جنوری 46 کو پاکستان بننے سے ڈیڑھ سال پہلے اسی حبیبیہ ہال میں جس کا میں نے ابھی تذکرہ کیا مسلمان خواتین کا ایک جلسہ ہوا اور اس میں اردو میں تقریر کی قائداعظم نے اس کا ترجمہ سویلین ملٹری گزٹ سے میں آپ کو سنا رہا ہوں توجہ سے سنیے اور یہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو جذباتی ہو اور الفاظ کی فراوانی اور لفاظی استعمال کرتا ہو یہ نپے تلے الفاظ کہنے والا شخص ہے ''وکیل'' وکیل تو ایک ایک لفظ تول کر بولتا ہے۔

IF WE DON'T SUCCEED IN OUR STRUGGLE FOR PAKISTAN THE VERITRACE OF MUSLIMS AND ISLAM WILL BE OBLITRATED OF INDIA.

''اگر ہم پاکستان حاصل کرنے میں ناکام ہو گئے تو ہندوستان کے صفحے سے اس

کے چہرے سے اس کے SURFACE سے اسلام اور مسلمانوں کا نام ونشان مٹ جائے گا‘‘

یہ بات قائداعظم کی ہے کسی عوامی مقرر کی نہیں ہے اور یہ بات ہونے والی تھی انہونی نہیں تھی پانچ سو برس پہلے یہ حادثہ ہو چکا تھا ہسپانیہ میں وہاں بھی آٹھ سو برس مسلمانوں نے حکومت کی تھی اور پھر نام ونشان نہیں رہا 1492 میں سقوط غرناطہ (FALL OF GRANADA) کے بعد سے لے کر قریباً 1500 کے آغاز میں ایک ایک بچہ ایک ایک مرد ایک ایک عورت یا تہ تیغ کردیے گئے یا زندہ جلا دیے گئے یا پھر انہیں جہازوں کے اندر بھر شمالی افریقہ کے ساحل پر DUMP کر دیا گیا اور ایک عجیب بات نوٹ کر لیجیے کہ ایک ہی سن میں اسلام داخل ہوا تھا سندھ میں بھی اور سپین میں بھی ۔712 عیسوی 92,93 ہجری یورپ میں اسلام داخل ہوا سپین کے راستے طارق بن زیاد کی سرکردگی میں اور برعظیم پاک وہند میں اسلام آیا سندھ کے راستے اس میں بھی S ہے اور اس میں بھی' سن بھی ایک ہے اور 800 برس بعد وہاں اسلام کا خاتمہ ہو گیا تو یہ سارے خطرات تھے۔ بہرحال اس اعتبار سے یہ جان لیجیے کہ دو اسباب ہیں پاکستان کے وجود میں آنے کے ایک یہ مثبت جذبہ کہ ہم اسلام کا احیاء کریں گے جس کے نتیجے میں سن 46 میں مسلم لیگ کو پورے ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہونے کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ دوسرے ہماری دعائیں اللہ سنتا ہے اور اسی حوالے سے میں نے شروع میں جو آیتیں QUOTE کی تھیں ذرا میں چاہتا ہوں کہ اس کا مفہوم بیان کردوں برادرم طاہر خاکوانی نے بھی اس کا حوالہ دیا فِيۡهِ ذِكۡرُكُمۡ ہم نے جو کتاب نازل کی ہے تمہارے لئے اس میں تمہارا ذکر موجود ہے۔

پاکستان کی تاریخ ایک آیت میں موجود ہے سورۃ الانفال کی ______ وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ اَنۡتُمۡ قَلِيۡلٌ ’’ذرا یاد کرو جب کہ تم اقلیت میں تھے تھوڑے تھے‘‘ - مُّسۡتَضۡعَفُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ ’’تمہیں زمین میں دبا لیا گیا تھا‘‘ ہندو غالب آ چکا تھا اور اس سے بھی آگے بڑھ کر تَخَافُوۡنَ اَنۡ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ ’’تمہیں اندیشہ تھا کہ لوگ تمہیں اچک کر لے جائیں گے ختم کر دیں گے‘‘ فَاٰوٰٮكُمۡ وَاَيَّدَكُمۡ بِنَصۡرِهٖ ’’اللہ نے تمہیں پناہ دی اور تمہاری مدد کی اپنی نصرت کے ساتھ‘‘ وَرَزَقَكُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ’’اور تمہیں رزق پہنچایا پاکیزہ چیزوں کا‘‘ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ’’تاکہ تم

اللہ کا شکر ادا کرو، اس آزادی کا حق ادا کرو۔ جان لیجیے کہ پاکستان کا قیام ایک معجزہ تھا حساب کتاب میں آنے والی بات نہیں تھی میں ذرا تھوڑا سا اشارہ کردوں؛ کانگریس جیسی زبردست جماعت، گاندھی جیسا عظیم رہنما اور یہ تو تھے ہی، تین چار گنا مسلمانوں سے تعداد میں زیادہ ہندو سرمایہ دار، تعلیم یافتہ، سرکاری عہدوں پر، ساری صنعت وتجارت ان کے ہاتھ میں ہے اور پھر مسلمانوں میں سے کتنے عظیم حلقے تھے جو ان کے ساتھ تھے ابوالکلام آزاد جیسا GENIUS، حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ اور ان کی عظیم جماعت جمعیت علمائے ہند جو بڑی عظیم جماعت تھی اس کو آپ معمولی نہ سمجھئے اس میں سے تھوڑا سا ٹکڑا ٹوٹ کر آیا تھا جس نے جمعیت علمائے اسلام بنائی تھی مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی، ورنہ پوری کی پوری جمعیت علمائے ہند پاکستان کی مخالف تھی پنجاب میں احراری پاکستان کے دشمن تھے آپ کو یاد ہے کہ نہیں اور پاکستان وہندوستان نے احراریوں سے بڑے مقرر پیدا کئے ہیں شعلہ بیان مقرر آگ لگادینے والے۔ سرحد میں سرحدی گاندھی ایک عوامی لیڈر اس کی تحریک وہ بھی پاکستان کے دشمن اور وہاں پر جو صوبائی حکومت تھی وہ کانگریس کی تھی اس سب کے باوجود پاکستان بن کیسے گیا؟ یہ ہے وہ DIVINE INTERVENTION۔ اور اس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ 1946 میں کیبنٹ مشن پلان کو قائداعظم نے تسلیم کرلیا وہ کیا تھا کیبنٹ مشن پلان آیا اور اس نقشے کے بنانیوالے ابوالکلام آزاد تھے نقشہ انہوں نے یہ دیا کہ ہندوستان ایک وحدت کی حیثیت سے آزاد ہو لیکن اس کے تین زون ہوں گے ایک یہ شمال مغربی زون (موجودہ پاکستان) دوسرا مشرقی زون پورا بنگال پورا آسام اور تیسرا سنٹرل زون مرکزی حکومت ایک ہی ہوگی لیکن ان زونوں کو AUTONOMY حاصل ہوگی البتہ دس سال کے بعد کسی بھی زون کو اگر وہ علیحدہ ہونا چاہے آزاد ہونے کا حق حاصل ہوگا۔ کم سے کم دس سال کے لئے تو پاکستان کا بننا مؤخر ہوگیا تھا نا THEORETICALLY یہ تھا کہ دس سال کے بعد ہم اگر علیحدہ ہونا چاہتے تو ہمیں اختیار حاصل تھا۔ اب یہ ہے DIVINE INTERVENTION اور اللہ کا فیصلہ۔ وہ جو حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ "تمام انسانوں کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے مابین ہوتے ہیں جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے" اللہ نے پنڈت جواہر لال نہرو کا دل پھیرا اور اس کی زبان سے ایسا جملہ نکل گیا جب اس سے پوچھا گیا کہ دس سال کے بعد

علیحدگی کا حق ہے تو اس نے کہا کہ جی کون آزاد ہونے دیتا ہے پہلے ذرا بن تو جانے دو۔ یہ سنتے ہی قائداعظم نے REVERSE GEAR لگایا کہ اگر یہ ارادے ہیں تو پھر ہم اس کیبنٹ مشن پلان میں شریک نہیں ہیں۔ ذرا نوٹ کیجیے کہ قائداعظم نے یہ قبول کیوں کر لیا تھا! اصل میں انگریز فیصلہ کر چکا تھا سیکنڈ ورلڈ وار کے بعد کہ ہمیں ہندوستان چھوڑ کر جانا ہے اب ہماری وہ حیثیت نہیں ہے ہمارے اندر وہ طاقت نہیں ہے کہ ہم اتنے دور دراز کے علاقوں تک اپنی طاقت کو قائم رکھ سکیں وہ تو جانا چاہ رہے تھے اب جب یہ کیبنٹ مشن پلان آیا یہ بہت عمدہ بظاہر نظر آ رہا تھا اگر قائداعظم زمین پر پاؤں زیادہ رگڑتے تو انہیں اندیشہ تھا کہ انگریز UNILETERAL TRANSFER OF POWER کر کے چلتا بنے گا اور وہ کانگریس کو حکومت دے کر چلا جائے گا تو اس کے بعد ظاہر بات ہے کہ واقعتاً شیر کے منہ میں سے نوالہ نکالنا آسان بات نہیں ہے آپ نے مان لیا لیکن اب جب آپ نے REVERSE GEAR لگایا ہے تو اب آپ پر کسی کو انگلی اٹھانے کا امکان نہیں تھا قائداعظم پر اب کوئی الزام نہیں دے سکتا تھا الزام سارا نہرو پر آ گیا۔ مولانا آزاد نے اپنی کتاب "INDIA WINS FREEDOM" میں اپنے پوری سیاسی کیریئر کی صرف ایک غلطی مانی ہے کہ میں نے اس وقت صدر کانگریس ہونے کا انکار کیا جس کی وجہ سے نہرو جی کو صدر بنایا گیا اگر نہرو صدر نہ ہوتا اور ایسی کوئی بات کہہ دیتا تو اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی لیکن اس وقت وہ صدر تھا آل انڈیا کانگریس کا اور جو بات اس نے کہی تھی سچی بات یہی ہے کہ سچی بات وہی تھی

نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں
فقیہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

بات تو جو اس نے کہی تھی ٹھیک تھی کہ ایک دفعہ بن لینے دو پھر کون کسی کو الگ ہونے دیتا ہے اب ساٹھ برس ہو چکے ہیں اور انہوں نے کشمیر کا ایک انچ ہمیں نہیں دیا وہ علیحدہ پورا پاکستان ہمیں آزاد کر دیتے؟۔ اسی لئے میں نے دوسری آیت آپ کو سنائی تھی اللہ تعالی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک قول بیان کر رہے ہیں سورۃ اعراف کی آیت ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے کہا کہ اے موسیٰ ہم پر تو تمہارے آنے سے پہلے بھی ظلم تھے اور اب بھی ظلم ہیں آپ کے آنے سے ہماری حالت تو نہیں بدلی۔ فرمایا

قَالَ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّھْلِكَ عَدُوَّکُمْ وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ۔

''عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور پھر تمہیں زمین میں حکومت دے گا پھر دیکھے گا کہ تم کیا کرتے ہو''

یہ بہت بڑا امتحان بہت بڑا امتحان ہے تم نے مانگی آزادی لو ہم دے رہے ہیں۔اور یہ گاندھی کے لئے موت سے کم نہیں تھا ہندو قوم کے لئے موت سے کم نہیں تھی ہندو ماتا بھارت ماتا کے ٹکڑے کوئی سننے کو تیار نہیں تھا یہ اللہ کا فیصلہ ہے کیونکہ تم نے کہا تھا کہ دو ہمیں ہم تیرے نبی کے دین کا بول بالا کریں گے اور تیرا دین قائم کریں گے۔

اب آیئے اس دوران میں میں آپ کو بعض اقتباسات قائداعظم کے بھی سنانا چاہتا ہوں جو آج ایک چھوٹا سا جملہ اس جملے کا ایک چھوٹا سا حصہ لے کر کہا جا رہا ہے کہ قائداعظم تو سیکولر تھے میں مانتا ہوں ان کا مزاج ابتداء میں سیکولر تھا وہ اقبال کا بھی تھا NATIONALIST تھا ''خاک وطن کا ہر ذرہ مجھ کو دیوتا ہے'' اسی طرح اگر محمد علی جناح کا بھی تھا تو کوئی بات نہیں لیکن اس کے بعد حالات کا جو ارتقاء ہوا ہے جس نہج پر آگے بڑھے ہیں ان ساری حقیقتوں کو نظر انداز کرنا کیسے ممکن ہوگا اور میں نے آپ کو بتایا تھا کہ 100 اقتباسات ہیں اور یہ ہماری کتاب ان شاء اللہ اب چھپ رہی ہے ویسے تو ہم نے پہلے شائع کی تھی وہ اب OUT OF PRINT ہے جس میں ہم نے ان اقتباسات کو جمع کیا تھا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو۔ دیکھئے سب سے پہلے سنئے! یہ 1938 میں قائداعظم کہہ رہے ہیں گیا صوبہ بہار کا ایک شہر ہے وہاں انہوں نے مسلم لیگ کا جھنڈا لہرایا اور کہا

THIS IS THE FLAG OF ISLAM THAT YOU CAN'T SEPERATE THE MUSLIM LEAGUE FROM ISLAM MANY PEOPLE MISUNDRSTANDS WHEN WE TALK OF ISLAM PARTICUALRLY OUR HINDU FRIENDS WHEN WE SAY THIS FLAG IS FLAG OF ISLAM THEY THINK THAT WE ARE INTRODUCING RELIGION IN THE POLITICS A FACT

WHICH WE ARE PROUD

''ہندو ہم پر الزام لگا رہے ہیں کہ تم سیاست میں مذہب کو داخل کر رہے ہو، وہاں ہمیں تو اس پر فخر ہے'' اندازہ کیجیے کیا یہ وہ سیکولر ذہن بول رہا ہے؟

اس کے بعد سُن لیجیے۔

ISLAM GIVES US A COMPLETE COURSE. IT IS NOT ONLY RELIGION BUT IT CONTAINS LAWS PHILOSOPHY POLITICS. IT CONTAINS EVERY THINGS WHICH MATTERS TO A MAN FROM MORNING TO NIGHT. WHEN WE TALK OF ISLAM WE TAKE IT AS IT ALL EMBRACING WORLD. WE DON'T MEAN ANY ILL WILL . THE FOUNDATION OF OUR ISLAMIC CODE IS THAT WE STAND FOR LIBERTY EQUALITY AND FERVENTY.

دوسرا ہے یہ ADDRESS یہ 6 مارچ 1946 کا ہے۔

LET US GO BACK TO OUR HOLY BOOK "THE QURAN". LET US REVERT TO THE "HADITH' یہ بھی نوٹ کر لیجیے کہ قائداعظم کو منکرین حدیث کے زمرے میں نہیں لایا جا سکتا جیسا کہ غلام احمد پرویز علامہ اقبال اور قائداعظم دونوں کے بارے میں یہ بات غلط طور پر پھیلاتے رہے۔

LET US GO BACK TO OUR HOLY BOOK "THE QURAN". LET US REWARD TO THE "HADITH" AND GREAT TRADITIONS OF ISLAM WHICH HAVE EVERY THING IN THEM FOR OUR GUDANCE. IF WE CORRECTLY INTERPRET THEM AND FOLLOW OUR

GREAT HOLY BOOK THE QURAN.

اب میں آپ کو صرف چند عنوان دوں گا 6 جون 1938ء کو فرماتے ہیں کہ ''مسلم لیگ کا جھنڈا نبی اکرم ﷺ کا جھنڈا ہے'' 22 جون 1938ء کو فرماتے ہیں کہ ''اسلام کا قانون دنیا کا بہترین قانون ہے'' 8 اپریل 39ء ''ملت اسلامیہ عالمی ہے'' 7 اگست 39ء ''میں اول و آخر مسلمان ہوں'' 9 نومبر 39ء ''مغربی جمہوریت کے نقائص'' 14 نومبر 39ء ''انسان خلیفۃ اللہ ہے'' 9 مارچ 40ء ''ہندو اور مسلمان دو جداگانہ قومیں ہیں'' اور 26 مارچ 40ء ''میرا پیغام قرآن ہے''۔ البتہ اس کے ساتھ اقلیتوں کو بھی اطمینان دلاتے رہے قائداعظم کہ تم ڈرو نہیں تمہارے ساتھ فراخ دلانہ سلوک ہوگا تمہیں مکمل مذہبی آزادی ہوگی اور تمہارے مندر گرائے نہیں جائیں گے مندروں کی حفاظت کی جائے گی)یہ جو اقلیتوں کیلئے ایک ASSURANCE (اطمینان دلانا) یہ بھی ان میں شامل تھا اس کے ضمن میں سب سے پہلے میں ایک QUOTATION دے رہا ہوں 1944ء کی Mr. JINNAH HAS SHOWED THE MINORITIES, IF PAKISTAN WAS ESTABLISHED THEY WOULD BE TREATED FAIRNESS, JUSITCE AND EVEN GENEROSITY THIS WAS ENJOIN UPON US BY QURAN AND THIS WAS THE LESSON OF THE HISTORY WITH A FEW EXCEPTIONS.

ہوسکتا ہے کہ کبھی کچھ بادشاہوں نے کوئی زیادتی کی ہو لیکن اسلام میں غیر مسلموں کو پوری آزادی ہے جو چاہے عقیدہ رکھے جو چاہیں مندر میں جائیں کہیں اور جائیں چرچ میں جائیں اور سینیگاگ میں جائیں PERSONAL LAW بھی ان کا ہوگا شادی بیاہ کے طریقے ان کے اپنے ہوں گے وراثت میں بھی اپنے قانون ہوں گے، سروسز میں، کاروبار میں، انڈسٹری میں، ٹریڈ میں آئیں برابر حصہ لیں یہ سارے حقوق انہیں دیئے جائیں گے۔ ہاں ریاست کا دین اسلام ہوگا اس کے علاوہ دیگر مذاہب ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی کوئی بھی ہو وہ مذہب کے طور پر ہوں گے لیکن ''دین'' درحقیقت اسلام یعنی اللہ کا دین ہوگا اس ضمن میں جو ایک بات 11 اگست 1947ء

کو قائداعظم نے کہی تھی اسے بہت سارے سیکولرلوگوں نے ذریعہ بنایا ہے جسے جسٹس منیر نے سب سے پہلے لیا تھا اس میں قائد اعظم نے اسی طرح اقلیتوں کو یقین دہانی کرواتے ہوئے ASSURANCE دیتے ہوئے کہا تھا۔

YOU ARE FREE TO GO TO YOUR TEMPLES, YOU ARE FREE TO GO TO YOUR CHURCHES YOUR ARE FREE TO GO TO YOUR PLACES OF WORSHIP

''تم پر کوئی پابندی نہیں ہوگی'' اس لئے کہ جو مذہب ہے وہ تو انسان کا انفرادی معاملہ ہے یہ اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے یہ لفظ کہ مذہب انسان کا انفرادی معاملہ ہے یہ اسلام کے معاملے میں صحیح نہیں ہے باقی سارے مذاہب کے معاملے میں صحیح ہے اسلام دین ہے صرف مذہب نہیں ہے اسلام صرف پوجا پاٹ کا مذہب نہیں ہے اسلام مکمل نظام حیات ہے۔اس پر جب لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ دیکھا قائداعظم نے تو یہ کہہ دیا کہ یہاں پر سیکولر سٹیٹ بنے گی تو اس کے جواب میں کہہ رہے ہیں ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کراچی میں حضور اکرم ﷺ کی سیرت النبی کا اجلاس ہو رہا تھا 25 جنوری 1948 کو قائداعظم محمد علی جناح گورنر جنرل آف پاکستان نے کہا

QAUID-E-AZAM MUHAMMAD ALI JINNAH SAID: THAT HE COULD NOT UNDERSTAND THIS SECTION OF THEWHO DELEBRATELY WANTING TO CREATE MISCHIEF PROPEGANDA THAT THE CONSTITUTION OF PAKISTAN WOULD NOT BE BSED ON THE BASES OF "SHAREEA"

یہاں لفظ ''شریعت'' آ گیا نوٹ کیجیے کہ یہاں کوئی حضرت مولانا محمد علی جناح بول رہے ہیں یا کوئی ایم اے جناح بول رہا ہے جو سیکولر ذہن کا آدمی ہے۔اس میں ایک بڑی پیاری بات میں آپ کو بتادوں 1946 میں برطانوی پارلیمنٹ کا ایک وفد حالات دیکھنے کے لئے ہندوستان آیا تھا سر رابرٹ رچرڈ' ان کا چیئر مین تھا ایک شخص ان میں تھا مسٹر سورنگ سنگھ اس نے

واپس جا کر کتاب لکھی "MY IMRESSIONS OF INDIA" اس میں ایک عجیب جملہ لکھا ہے وہ پڑھ کر میں حیران ہوا ہوں "MUHAMMAD ALI JINNAH IS ASWORD OF ISLAM RESTING IN A SECULAR SCABBARD"

یہ محمد علی جناح جو ہے یہ اسلام کی تلوار ہے ہاں جس نیام کے اندر یہ ہے وہ سکولر ہے اس کا لباس سیکولر ہے وہ مولوی تو نہیں ہے کوئی داڑھی نہیں کوئی عبا نہیں ہے قبا نہیں ہے اس کا رہن سہن بھی یورپین ہے تلوار جس میں رکھی جاتی ہے SHEATH یا یہاں جو لفظ آیا ہے۔ SCABBARD RESTING IN THE SECULAR SCABBARD.

بہرحال قائداعظم نے جو بھی محنت کی جدوجہد کی پاکستان بنا اور ان کے انتقال کے صرف چند مہینے بعد یہاں پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد پاس کر دی اور گویا کہ خلافت کی بنیاد قائم کر دی قرار دار مقاصد کیا ہے حاکمیت اللہ کی ہے ہم حاکم نہیں ہیں۔

NO POPULAR SOVEREIGNTY, SOVEREIGNTY BELONGS TO ALLAH اور ہمارے پاس جو بھی اختیارات ہیں وہ اصل میں انہی حدود میں استعمال ہوں گے جو کتاب قرآن وسنت نے طے کر دیئے ہیں THIS IS KHILAFA۔ خلافت کی دستوری بنیاد قرارداد مقاصد میں پاس کر دی قائداعظم کے نزدیک ترین اور مخلص ترین ساتھی لیاقت علی خان نے۔ اس کے بعد ہمارے یہاں بہت سے سیکولر لوگ بھی تھے ملحد بھی تھے LEFTIST بھی تھے انہوں نے کہا کس کا اسلام نافذ کرو گے شیعہ کا یا سنی کا دیوبندی کا یا بریلوی کا جماعت اسلامی کا یا اہلحدیث کا کس کا کرو گے؟۔ اس کے جواب میں (میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ باتیں آپ لوگوں کو یاد رہیں بیان کریں لوگوں تک پہنچائیں) 1950 میں اکتیس چوٹی کے علماء شیعہ چوٹی کی قیادت مفتی جعفر حسین اور حافظ کفایت حسین یہ شیعوں کی طرف سے دیوبندیوں کی ٹاپ ٹاپ کی قیادت بریلویوں کی ٹاپ کی قیادت جماعت اسلامی کے مولانا مودودی اور ان کے ساتھی اور یہ سب جمع ہوئے اور انہوں نے بائیس اصول دے دیئے کہ اس پر ہمارے درمیان اتفاق ہے بناؤ دستور 22 FUNDAMENTALS PRINCIPLES OF CONSTITUTION OF PAKISTAN تم کہتے ہو کس کے ہم شیعہ، سنی دیوبندی بریلوی، اہل حدیث اور جماعت

اسلامی جمع ہیں یہ ہمارے بائیس PRINCIPLES ہیں GO AHEAD ۔ یہاں تک تو سب خیر تھا لیکن اس کے بعد پھر کیا ہوا لیاقت علی کی شہادت ہوگئی اکتوبر 51 میں‘ اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی اس کے بعد سے اب تک آپ سمجھئے 57 سال گزر گئے کہاں ہے وہ اسلام، کہاں ہے وہ منزل۔

نجات دیدۂ و دل کی گھڑی ابھی نہیں آئی
چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

قائداعظم کے چند الفاظ تو میں چاہتا ہوں کہ آپ کو سنا دوں جب ٹی بی کے مریض تھے اور آخری دن تھے زندگی کے لاہور میں میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا ہمارے پرنسپل تھے الٰہی بخش صاحب علاج کے لئے انہیں بھی اور جو ٹی بی کے امراض کے سپیشلسٹ تھے پروفیسر ریاض علی شاہ ان کو بھی بلایا گیا تھا انہوں نے پھر اپنے ایک انٹرویو کے اندر بتایا اس وقت کے حالات کیا تھے حالت یہ تھی کہ اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ ذرا دو چار جملے بولتے تھے تو سانس اکھڑ جاتا تھا تو ہم نے پابندی لگا رکھی تھی کہ آپ گفتگو نہ کریں ہم پاس ہی بیٹھے تھے کوئی نئی دوا ہم نے شروع کی تھی اب اس کے اثرات دیکھ رہے تھے لیکن ہم نے محسوس کیا کہ قائداعظم بار بار ان کی زبان پر کچھ آنا چاہتا ہے اور پھر وہ چپ ہو جاتے ہیں کہ ہم نے روکا ہوا ہے تو ہم نے کہا کہ یہ اندرونی کشمکش زیادہ خراب کرے گی تو ہم نے کہا کہ قائداعظم فرمایئے کیا فرمانا ہے اب جو فرمایا ہے وہ سن لیجیے:

’’تم جانتے ہو کہ جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان حاصل ہوتا ہے یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا اسے کبھی نہیں کر سکتا تھا میرا ایمان ہے کہ یہ رسول خدا ﷺ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا (اس کے ساتھ ہی جوڑ لیجیے یہ پاکستان رمضان المبارک کی 27 ویں شب لیلۃ القدر میں وجود میں آیا ہے) اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو پوری زمین کی بادشاہت دے‘‘

میں حیران ہوتا ہوں کہ قائداعظم کے علم میں وہ احادیث تھیں کہ جن میں حضور اکرم ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت سے قبل پوری دنیا میں اسلام کا نظام قائم ہوگا یہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے صحیح مسلم میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ زَوَالِیَ الْاَرْضَ ''اللہ نے میرے لئے ساری زمین کو لپیٹ دیا ہے'' فَرَأَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا ''میں نے اس کے سارے مشرق بھی دیکھ لئے اور سارے مغرب بھی دیکھ لئے'' وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْکُھَا مَا زَوَا لِیَ مِنْھَا ''اور میری امت کی حکومت ان تمام علاقوں پر قائم ہو کر رہے گی جو اللہ نے زمین کو لپیٹ کر دکھا دیا'' یہ حدیث میں حیران ہوں یہ تو اچھے اچھے علماء کے علم میں نہیں ہے اس لئے کہ یہ احادیث جو ہیں احادیث کی کتابوں کے آخری حصے میں باب الملاحم باب الفتن میں آتی ہیں عام طور پر علماء ان کی طرف توجہ دیتے ہی نہیں۔ ایک اور حدیث مسند احمد بن حنبل میں حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ

لَایَبْقٰی عَلٰی ظَھْرِالْاَرْضِ بَیْتُ مَدَرٍوَلَاوَبَرٍاِلَّااَدْخَلَہُ اللّٰہُ کَلِمَۃَالْاِسْلَامِ

''زمین پر نہ تو کوئی گھر رہے گا اینٹ گارے کا بنا ہوا اور نہ کوئی خیمہ رہے گا جس میں اللہ تعالیٰ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کر دے''۔

یہ میری آج کی گفتگو کا موضوع نہیں ہے کہ مستقبل کے حالات کیا ہیں دنیا کدھر جا رہی ہے اس وقت تو نظر آ رہا ہے کہ باطل سیلاب کی مانند آ رہا ہے اور ہماری کوئی حیثیت ہی نہیں ہے اس کے مقابلے میں، اب وہ جو THE LAST CRUSADE شروع ہوا افغانستان سے اس کے تھپیڑے پاکستان کے اندر آنا شروع ہو گئے ہیں لیکن یہی صورتحال نہیں رہے گی

اور بھی دور فلک ہیں ابھی آنے والے
ناز اتنا نہ کریں ہم کو ستانے والے

THEY WILL BE TURNED اور غلبہ بالآخر اسلام کا ہوگا اور اسی غلبے کا نقطۂ آغاز پاکستان شمار ہوگا تاریخ کے اندر، لیلۃ القدر میں قائم ہونے والا ملک! ہاں ہم بھٹک گئے بھول گئے غلطیاں ہو گئیں کوتاہیاں ہو گئیں لیکن اب بھی

چمن کے مالی اگر بنالیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آسکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

بہرحال 60 سال گذرنے کے بعد ہم کہاں کھڑے ہیں اسلام کے نظام عدل اجتماعی

کا کہیں کوئی سرا نہیں ہے کوئی سراخ تک نہیں ہے جا گیرداری نظام چل رہا ہے اور کاشتکار کے خون پسینے کی کمائی پر جا گیردار عیش کر رہا ہے حالانکہ ہمارے پہلے مجدد کون تھے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ان کا کارنامہ یہی تو تھا جتنی جا گیریں دی گئی تھیں ان سب کے وثائق منگوائے اور قینچی لے کر کاٹ دیئے کہا جاؤ جا گیرداری ختم۔ یہ تھی تجدید عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی۔ آج ہمارے ہاں جا گیر داری ہے۔ سود حرام ترین شے ہے آج ہمارا سارا نظام اس پر مبنی ہے اس سے بڑی کوئی شے حرام نہیں شریعت کے اندر عقیدے میں شرک اور عمل میں سود جس پر کہا گیا ہے کہ ''اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے سن لو'' اور جس کے بارے میں فرمایا گیا کہ

الرِّبَا سَبْعُوْنَ حُوْبًا اَیْسَرُھَا اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّہٗ (ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

''سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں (اس میں بڑے بھی ہیں اور چھوٹے بھی ہیں) اس میں سب سے چھوٹا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے''

سارا نظام وہی ہے وہی جا گیرداری وہی سرمایہ داری' ابلیس کی مجلس شوریٰ میں اقبال نے جو ابلیس کا بیان دیا ہے

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآن نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مؤمن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے ید بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں

یہ امت جو ہے اس کے پاس اسلام نہیں ہے لیکن

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر ﷺ کہیں

مجھے اندیشہ یہ ہے کہ زمانہ جو چال چل رہا ہے حالات جدھر جا رہے ہیں شاید خود بخود شرع محمد ﷺ ابھر کر سامنے آ جائے۔ اسی طریقے سے یہاں جو سارا معاملہ ہے کہ جب ہم نے اسلام کے اوپر تو کوئی کام کیا ہی نہیں اسلامی نظام کو نافذ کیا ہی نہیں الٹے سیدھے چند قدم اٹھائے ضیاء الحق نے ادھورے سے بھی ادھورے جن سے خیر کوئی وجود میں نہیں آیا شر زیادہ وجود میں

آیا ہے۔اب اس انحراف کا نتیجہ کیا ہے اس انحراف کا نتیجہ ہے ایک لفظ نفاق منافقت۔قرآن مجید میں سورۃ توبہ کی 75 تا 77 آیاتمیں اللہ تعالیٰ نے نقشہ کھینچا ہے تفصیل بیان کی ہے مدینے کے منافقین میں سے ایک خاص قسم کے منافقین کی: مِنۡهُم مَنۡ عَاهَدَ اللّٰهَ ''ان (منافقوں) میں سے وہ بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے (ایک) عہد کیا تھا'' لَئِنۡ اٰتٰنَا مِنۡ فَضۡلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ''اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے نوازدے گا غنی کردے گا خوب صدقہ وخیرات کریں گے خوب نیک ہوجائیں گے'' فَلَمَّاۤ اٰتٰهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ''اور جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نوازدیا'' بَخِلُوۡا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ''اب بخل سے کام لیا تجوریوں کے دروازوں پر تالے لگادیئے اور پیٹھ موڑلی اور اعراض کیا'' فَاَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقًا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ ''تو ہم نے سزا کے طور پر ان کے دلوں میں نفاق پیدا کردیا''۔آج برا نہ مانیئے گا دنیا کی منافق ترین قوم پاکستان ہے منافق ترین ملک پاکستان ہے منافق ترین دستور پاکستان ہے اس نفاق کے میں اب آپ کو حصے گنوادیتا ہوں پہلا ''نفاقِ باہمی'' یہ اب ایک قوم نہیں ہے اب قومیت میں تحلیل ہوچکی ہے علاقائی معاملات صوبائی معاملات لسانی معاملات یہ اگر ایک قوم ہوتی تو کیا بنگلہ دیش ہم سے علیحدہ ہوکر الگ ملک بن جاتا اور کیا اب جو بلوچستان دہانے پر کھڑا ہوا ہے اور پیشین گوئیاں دنیا میں تقریباً یقین کے درجے میں کی جارہی ہیں کہ یہ پاکستان سے علیحدہ ہوکر ایک آزاد ملک بنے گا۔اگر یہ ایک قوم ہوتی تو کیا اب سے بہت پہلے کالاباغ ڈیم نہ بن چکا ہوتا پانی کو جس طرح سمیٹ کر اور موڑ کر بھارت لے جارہا ہے ڈیم پر ڈیم تعمیر کیے جارہا ہے' بگلیار تو ایک ہے ابھی تو ان کے نقشے اور بہت سے ہیں۔یہاں علامہ مشرقی کہہ کر گئے تھے کہ جیسے یہ باریں کبھی ہوتی تھیں دریاؤں کی دونوں طرف تھوڑی تھوڑی آبادی تھی باقی تو سارے صحرا تھے یہ نیلی بار گنجی بار اور یہ سارے کیا تھے یہ سارا دوبارہ وہی بنجر علاقہ ہوجائے گا۔یہ ساری صورتحال کیوں ہے کہ اب ہم ایک قوم نہیں ہے اچھا دوسرا حضور نے فرمایا: آیۃ المنافق ثلاث ''منافق کی نشانیاں تین ہیں'' اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتُمِنَ خَانَ ''جب بولے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے اور جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے'' اب آپ اس سے ہی ناپ لیجیے ہمارے ملک کا حال اخلاقی طور پر کیا یہی نہیں ہے؟ جو جتنا بڑا ہے اتنا ہی بڑا

جھوٹا! کتنے عرصے تک ہم مسلسل جھوٹ جھوٹ جھوٹ بولتے رہے کہ ہمارا کشمیر میں کوئی دخل نہیں ہے اس سے بڑا جھوٹ کوئی ہوسکتا ہے اور اب کیا کیا ہے دُم دبا کر واپس تو جو جتنا بڑا اتنا ہی بڑا جھوٹا، جو جتنا بڑا اتنا ہی وعدہ خلاف اور اب تو اربوں روپے کے غبن ہوتے ہیں پہلے جب کبھی کسی زمانے میں چند سو یا ہزار روپے کا کوئی معاملہ ہوجاتا تھا تو تھل تھلی مچ جاتی تھی کہ کیا ہوگیا ہے اور اب کیا حال ہے؟۔

علم اسماء کی تعریف، تفہیم اور اہمیت
قرآن کی نظر میں

مو لا نا شہاب الدین ندوی
تسہیل و خلاصہ پر و فیسر عبدالماجد مانسہرہ

قرآن عظیم کی دوسری سورت البقرۃ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رب کائنات کی طرف سے انسان کو سب سے پہلا علم، علم اسماء (اشیائے عالم کا علم) دیا گیا ہے اس علم سے انسان کو اس لئے سرفراز کیا تا کہ انسان مظاہر کائنات اور اشیاء کے خواص (مجموعی طور پر جس کا نام سائنس ہے) سے بخوبی آگاہ ہوکر ان سے فائدہ اٹھائے اور کائنات میں غور وفکر کر کے ربّ کائنات کا صحیح تعارف حاصل کرے اور تسخیر کائنات کا فریضہ انجام دے اور دنیا سے ظلم وعدوان اور فتنہ وفساد کا خاتمہ کر کے عدل وانصاف قائم کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کی سرزمین امن وآشتی کا گہوارہ بن جائے۔

علم اشیائے عالم اور خلافت ارض کا بڑا گہرا تعلق ہے اسی وجہ سے قرآن عظیم میں خلافت اور تعلیم اور اشیاء' کا بیان ساتھ ساتھ آیا ہے

ان آیات کریمہ میں سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا '' (اور اس نے آدم کو تمام اسماء کا علم دے دیا یا تمام نام بتا دیئے) سے کون سا علم مراد ہے اور اس کا

اطلاق کن چیزوں پر ہوتا ہے؟ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس علم کا خلافت ارض سے کیا تعلق ہے اور موجودہ دور میں اس کی کیا اہمیت ہے؟ ان ہی دو بنیادی مسائل کی تنقیح اس وقت مطلوب ہے۔ باقی مسائل ضمناً آ گئے ہیں۔

علم اسماء کیا ہے؟

''اَلۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا'' (تمام ناموں) سے مراد مفسرین کی تصریحات کے مطابق تمام موجودات عالم اور تمام مظاہر فطرت کے نام اور ان کے آثار وخواص کا علم ہے۔ یہ ایک وسیع علم ہے جس کو ہم مختصر طور پر بطور ایک اصطلاح ''علم اسماء'' (علم مظاہر فطرت) کہہ سکتے ہیں۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

اسماء: (واحد اسم) اسم کا مفہوم عربی زبان میں اردو کے ''نام'' سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ اسم وہ ہے جس کے ذریعے کوئی چیز پہچانی جائے۔ کسی چیز کا اسم اس کی علامت ہوتی ہے اسم الشیء علامته۔ اسم کے اصل معنی ہیں جس سے کسی شے کی ذات معلوم کی جا سکے۔ الاسم مایعرف به ذات الشیء اور یہ شناخت ممکن نہیں جب تک کہ اعراض، خواص، آثار کا علم بھی ساتھ ساتھ نہ ہو۔ یہ تو لفظی معنی ہوئے آیت کی تفسیر میں محققین نے مراد معلومات اشیاء سے لی ہیں اور اسماء کے ساتھ مسمّیات اور ذوات وخواص اشیاء کو شامل کیا ہے اور اشیاء کے اسماء سے مراد ان کے آثار وخواص کا علم لیا ہے گویا سارے علوم تکوینی آدم و بنی آدم کو ودیعت کر دیئے گئے ہیں۔

مفسرین کے دلائل:

یہ گویا تمام تفاسیر کا حاصل اور خلاصۂ مطالب ہے مگر اس بیان کو مزید مدلل کرنے کی غرض سے اس سلسلے میں چند تفسیروں سے کچھ مزید تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔ چنانچہ علامہ شہاب الدین آلوسی بغدادی (1217-1270ھ) اپنی تفسیر میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے علوی وسفلی اور جوہری وعرضی ہر اعتبار سے تمام موجودات عالم مراد ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو۔

''اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ان تمام چیزوں کے نام ہیں جو واقع ہو چکی ہیں یا جو قیامت تک واقع ہونے والی ہیں اور اس اقوال کی نسبت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف کی

گئی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد زبانیں ہیں۔ ایک قول ہے کہ مراد فرشتوں کے نام ہیں۔ ایک قول ہے کہ مراد ستاروں کے نام ہیں۔ اور حکیم ترمذی نے کہا کہ اس سے مراد اسماء الٰہی ہیں۔ اسی طرح کے اور اقوال بھی مروی ہیں اور میرے نزدیک حق بات وہی ہے جس پر اہل اللہ قائم ہیں اور وہ وہی چیز ہے جو منصب خلافت کی مقتضی ہے اور وہ ہے تمام چیزوں کے نام خواہ وہ علوی ہوں یا سفلی، جوہری ہوں یا عرضی اور انہی چیزوں کو دیگر اقوال کے مطابق اسماء اللہ بھی کہا جاسکتا ہے کیونکہ یہ چیزیں اس کے (وجود وصفات) پر دلالت کر رہی ہے اور اسماء وصفات ان میں ظاہر ہو رہے ہیں مگر انہی میں مقید نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ اسمائے الٰہی بے پایاں ہے“

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ (700-774ھ) اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ کے اقوال سے استدلال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: یعنی فرمایا (ابن عباسؓ نے) کہ یہ وہ نام ہیں جن سے لوگ متعارف ہیں جیسے، انسان، چوپائے، آسمان، زمین، میدان، سمندر، گھوڑا، گدھا اور انہی جیسے دیگر انواع واقسام۔

وقال مجاهد :اسم كل دابة كل طير و كل شيء۔

مجاہد نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہر چوپایا، ہر پرندہ اور چیز ہے۔

والصحيح انه علمه اسماء الاشياء كلها ذواتهاوصفاتها وافعالها

اور صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام ان کے ذوات، ان کی صفات اور ان کے افعال کا علم دے دیا تھا۔

اس کے بعد مفسر موصوف نے اس قول کی مزید تائید کے طور پر بخاری شریف کی ایک حدیث سے بھی استدلال کیا ہے (جو ایک طویل حدیث ہے اور اس کا وہ ٹکڑا ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے جس پر مدار استدلال ہے) اس حدیث کے مطابق لوگ قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے پریشان ہو کر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے اس طرح مخاطب ہوں گے۔

”آپ تمام لوگوں کے باپ ہیں۔ اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا آپ کو تمام فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام بتا دیئے۔ لہٰذا آپ اپنے

رب کے پاس ہماری سفارش کیجئے‘‘۔

اس حدیث کی تائید میں ابن کثیر نے مسلم ،نسائی ،اور ابن ماجہ کی روایت بھی پیش کی ہے۔پھراس کے بعد فرماتے ہیں۔ فدل هذا علیٰ انه علمه اسماء جميع المخلوقات ’’یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام مخلوقات کے اسماء سکھا دیئے تھے‘‘۔

علامہ ابن کثیرؒ نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ بہت مدلل ہے اور حدیث شریف کی تصریح کے بعد تو اس میں مزید کلام کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔اسی بنا پر اکثر مفسرین نے آیت کریمہ کا یہی مفہوم مراد لیا ہے ۔اور اس کے متعدد پہلوؤں پر بحث کی ہے۔چنانچہ علامہ زمخشری (467-538ھ) اس کی تحقیق میں فرماتے ہیں کہ یہاں پر مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو اس کا قائم مقام بنا دیا گیا ہے۔

’’ناموں سے مراد چیزوں کے نام ہیں۔یہاں پر مضاف الیہ (مسمیات) کو اسماء کے ذکر کی وجہ سے معلوم و مدلول ہونے کی بناء پر حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ اسم کے لئے اس کا مسمّٰی ہونا ضروری ہے‘‘۔

پھر فرماتے ہیں۔

انہیں بتایا کہ یہ گھوڑا ہے، یہ اونٹ ہے، اور یہ فلاں چیز ہے اور یہ فلاں۔اور پھر اس نے ان تمام چیزوں کے حالات، ان کے متعلقات اور دینی و دنیوی تمام منافع بھی بتا دیئے۔

علامہ جصاص رازی (المتوفی 370ھ) فرماتے ہیں کہ اس لفظ (الاسماء) کے عموم میں اس کے تمام معانی داخل سمجھے جائیں گے۔

> ’’یہ بیان اس حقیقت پر دلالت کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء سکھا دیئے تھے یعنی اس لفظ کے عموم کی بنا پر اپنے تمام معانی و مفہومات سمیت جنسیں (موجودات عالم) مراد ہیں‘‘

پھر اس کے بعد بطور دلیل فرماتے ہیں۔

اور اس نے یہ تمام اسماء اپنے معانی و مفہومات کے ساتھ سکھا دیئے ہیں کیونکہ بغیر معانی کے محض اسماء کی پہچان میں فضیلت کی کوئی بات نہیں ہے اور یہ چیز علم کے شرف اور اس کی فضیلت

پر دلالت کر رہی ہے۔

امام رازی (544-606ھ) اس لفظ (الاسماء) کے اشتقاق اور اس کے لغوی مفہوم پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا '' سے مراد چیزوں کی صفات، ان کی تعریفیں اور ان کے خواص ہیں اور اس پر دلیل یہ ہے کہ لفظ اسم یا تو ''سمة'' سے مشتق ہوگا یا ''سمو'' سے۔ اگر اس کو سمة سے مشتق قرار دیا جائے تو وہ ''علامت'' کے معنی میں ہوگا چونکہ چیزوں کی صفات، ان کی تعریفیں اور ان کے خواص ان کی ماہیات پر دلالت کرتی ہیں اس لئے اشیاء سے مراد ان کی صفتیں لینا درست ہوگا۔ اور اگر اس کو سمو سے مشتق قرار دیا جائے تب بھی اس سے مراد یہی ہوگا۔ کیونکہ کسی چیز کی دلیل اس چیز سے بلند ہوتی ہے اس لئے کہ دلیل کا علم مدلول سے پہلے حاصل ہوتا ہے لہٰذا دلیل حقیقتاً زیادہ بلند ٹھہری۔ اس طرح ثابت ہوا کہ لغت کی رو سے اسم سے مراد (اس کی) صفت لینا ممنوع نہیں ہے''

علامہ رشید رضا (1282-1354ھ) نے اس موضوع پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے اس کا فلسفہ اس طرح سمجھایا ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے آدم کی ذات میں تمام چیزوں کا علم بے حد و بلا تعین ودیعت کر دیا۔ لہٰذا اسماء سے مراد مسمیات ہیں۔ مدلول کو دلیل دے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ ایک تو لفظ موضوع لۂ اور معنی کے درمیان قوی تعلق پایا جاتا ہے اور دوسرے ایک کے ذکر کے ساتھ ہی ذہن فوراً دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ علم حقیقی دراصل بجائے خود معلومات کا ادراک کرنا ہے اور وہ الفاظ جو ان معلومات پر دلالت کرنے والے ہوتے ہیں وہ موقع محل و اصطلاح کے اعتبار سے مختلف زبانوں مختلف و متغیر ہوتے ہیں مگر نفسی معنی میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا''۔

حاصل یہ ہے کہ ''اسماء'' سے مراد ان کے مسمیات (اس عالم آب و گل کی تمام ہستیاں اور کل موجودات) اور ان کے تمام آثار و خواص اپنے تمام معانی و مفہومات کے ساتھ ہیں۔ بعض مفسرین نے ایک قدم اور آگے بڑھا کر تمام علوم و فنون کو بھی اس لفظ کے عموم میں داخل کر دیا ہے۔ مثلاً قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی تحریر فرماتے ہیں۔

’’آدم کو اس نے چیزوں کی ہستیاں ،ان کے خواص ،ان کے نام ،علم کے اصول ،صنعتوں کے قوانین اور صنعتوں میں استعمال ہونے والے آلات کی کیفیات غرض سب کچھ الہام کر دیا‘‘۔

شیخ طنطاوی جوہری (1387-1358ھ ،1940-1870ء) تحریر فرماتے ہیں۔

پھر موصوف دوسری جگہ اس کی حکمت اور اس کا فلسفہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

’’آدم علیہ السلام کے لئے ارض وسماء، بر و بحر، چٹیل میدان و مرغزار، بیابان و کہسار، سب مسخر کر دیئے گئے۔ پس اس نے مخلوقات کے تمام اسماء اور خواص وصفات کا علم (آدم کو) دے دیا تا کہ وہ ان اشیاء کو اچھی طرح پہچان لے اور ان سے فائدہ اٹھائے، اسی لئے ارشاد ہوا ’’اور اس نے آدم کو تمام اسماء کا علم دے دیا‘‘۔ اور اس ہستی کے لئے جس کی خاطر تمام افلاک واجرام مسخر کر دیئے گئے ہیں، تمام خطوں کو اپنے نظاموں کے ساتھ آراستہ کر دیا گیا ہو اور تمام عوالم اس کو تسخیری سجدہ کر کے اس کی تعظیم وتکریم پر کمر بستہ ہو چکے ہوں، بہتر ومناسب تھا کہ وہ ان سب چیزوں کا عرفان حاصل کر لے تا کہ وہ ان کو اچھی طرح سمجھ کر اپنی زبان میں ان کا نطق کرے اور انہیں منظّم کرے۔ اسی وجہ سے اس کو ان عوالم کی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت پڑی۔ لہٰذا تمام جہانوں کے خالق نے ان تمام چیزوں کا تعارف آدم سے بخوبی کرا دیا‘‘۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو سب سے پہلا جو علم دیا گیا وہ علم اشیاء ہے یعنی تمام موجودات عالم اور ان کی خصوصیات وامتیازات کا علم۔ اس کو ہم مختصر طور پر ’’علم اسماء‘‘ یا ’’علم مظاہر کائنات‘‘ کہہ سکتے ہیں۔ موجودہ دور میں سائنس جن چیزوں سے بحث کرتی ہے وہ یہی موجودات عالم ہیں اور جو باتیں بیان کرتی وہ یہی ’’اشیاء کے آثار وخواص‘‘ ہیں۔ طبیعات، (PHYSICS) کیمیا (CHEMISTRY) ارضیات (GEOLOGY) اور فلکیات (ASTRONOMY) وغیرہ تمام سائنسی علوم کا دائرہ مادی چیزوں (مسمیات) اور ان کے امتیازات وخصوصیات یا ’’آثار وخواص‘‘ (اسماء) ہی کے گرد گھومتا ہے۔ لہٰذا ’’الاسماء‘‘ کو علی وجہ البصیرت سمجھنا سائنسی علوم کے وقوف پر موقوف ہے۔ سائنس نام ہے دنیا میں پائی جانے والی مادی چیزوں اور ان کی ساخت و پرداخت کے مطالعے کا۔

تسخیر اشیاء اور باطنی وظاہری نعمت

غرض انسان کوعلم اسماء دیئے جانے کا بنیادی مقصد......جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔مظاہر کائنات سے تعارف حاصل کر کے ان میں ودیعت شدہ فوائد سے مستفید ہونا اور خلافت ارض کے میدان کوسر کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان مظاہر وموجودات میں انسان کے لئے بے شمار اور عجیب و غریب نعمتیں ودیعت کر دی ہیں جو اس کی ربوبیت ورحمانیت کا حیرت انگیز مظہر ہے۔قرآن حکیم میں صاف صاف فرمادیا گیا ہے۔

اَلَمۡ تَرَاَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمۡ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَافِى الۡاَرۡضِ وَاَسۡبَغَ عَلَيۡكُمۡ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً (لقمان:20)

’’کیا تم نے مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ نے تمہارے لئے زمین اور آسمان کی ساری چیزیں مسخر کر دیں اور تم پر اپنی ظاہری وباطنی نعمتیں پوری کر دیں‘‘

یہاں پر’’ظاہری اور باطنی‘‘نعمتیں خاص طور پر قابل غور ہیں۔کتب تفسیر میں ان کے مختلف مفہوم ومصداق بیان کئے گئے ہیں جن کو مختصر طور پر نمبروار بیان کیا جاتا ہے۔

1۔ بعض کے نزدیک ظاہری نعمتوں سے ظہور اسلام اور دشمنوں پر فتح اور باطنی نعمتوں سے مراد فرشتوں کے ذریعے امداد ہے۔

2۔ ظاہری نعمتوں سے مراد شکل وصورت کا حسن اور اعضاء کی درستی ہے اور باطنی نعمتوں سے مراد معرفت ہے۔

3۔ امام رازی کے نزدیک ظاہری نعمتوں سے مراد جسمانی اعضاء کی درستی اور باطنی نعمتوں سے مراد ان اعضاء میں کارفرما پوشیدہ قوتیں ہیں۔

4۔ علامہ زمخشری نے نسبتاً ایک زیادہ بہتر اور فکر انگیز مفہوم بیان کیا ہے جو خود ان کا اپنا قول ہے۔فرماتے ہیں۔

الظاهرة كل يعلم بالمشاهدة والبا طنة مالايعلم الا بد ليل اولا يعلم اصلاً فكم فى بدن الانسان من نعمة لا يعلمها ولا يهتدى الى علم بها۔

’’ظاہری سے مراد ہر وہ نعمت ہے جو مشاہدے میں آسکے اور باطنی سے مراد وہ

نعمت ہے جو کسی دلیل سے معلوم ہو سکے یا بالکل ہی معلوم نہ ہو سکے۔اس لحاظ سے انسان کے بدن میں کتنی ہی ایسی (پوشیدہ) نعمتیں ہیں جن کو انسان نہیں جانتا اور ان کی طرف راہ یاب نہیں ہوتا''۔

ظاہری و باطنی نعمتوں کا یہ محض ایک جزوی پہلو ہے جو اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے مگر کلی اعتبار سے میرے نزدیک اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ظاہری نعمتوں سے مراد وہ نوازشات الٰہیہ ہیں جو آفرینش آدم سے لے کر عصر حاضر تک برابر معلوم و متعارف چلی آ رہی ہیں یعنی وہ لوازم حیات جن کے استعمال سے ہر دور کا انسان بخوبی واقف رہا ہے اور باطنی نعمتوں کی فہرست میں یوں تو وہ تمام مخفی فوائد آ سکتے ہیں جن کا ذکر مفسرین نے کیا ہے مگر وہ انسانی جسم ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ان کا اطلاق دنیا کی تمام چیزوں اور تمام اجسام میں پوشیدہ فوائد پر ہو سکتا ہے۔اس لحاظ سے باطنی نعمتوں سے مراد مادہ (MATTER) اور توانائی (ENERGY) کے وہ سارے پوشیدہ اسرار و حقائق اور ان میں ودیعت شدہ فوائد ہیں جو علوم سائنس کی ترقی کی بدولت منکشف ہو سکے ہیں۔ جن کو موجودہ انسان مسخر کر کے بخوبی فائدہ اٹھا رہا ہے مثلاً برق، بھاپ، جوہری توانائی، جوہری آئی سوٹوپ اور بے شمار قسم کے کیمیاوی مرکبات (CHEMICAL COMPOUNDS) جو مصنوعی غذاؤں، ادویہ، کھادوں اور دیگر بے شمار مصنوعات کی تیاری سے متعلق ہیں اور اسی طرح مختلف قسم کے ترشے (ACIDS) وغیرہ جن کا استعمال جدید صنعتوں (INDUSTRIES) میں بہت عام اور اہم ہے۔

یہ تمام نعمتیں روز ازل ہی سے کائنات میں موجود تھیں، جن سے انسان علم اسماء کی ترقی اور علم تسخیر (ٹیکنالوجی) کی قوت کی بدولت صحیح فائدہ اب اٹھا رہا ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اوپر سے پانی برسایا۔ پھر اس پانی سے تمہاری روزی کی خاطر (طرح طرح) کے میوے نکالے اور کشتیوں کو تمہارے قابو میں کیا تا کہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلتی رہیں (تا کہ تم جہاں چاہو بآسانی سفر کر سکو) اور دریاؤں کو تمہارے لئے مسخر کیا (کہ حسب منشاء تم ان پر بند ھ باندھو اور ان کا رخ موڑ لو) اور تمہارے لئے

آفتاب و ماہتاب کو مسخر کیا (کہ ان کی توانائیوں سے تم حسب خاطر مستفید ہو سکو) اور تمہارے لئے رات اور دن کو کام میں لگایا (تاکہ تمہارے کام کرنے اور راحت پانے کے اوقات متعین ہو سکیں) اور اس نے (اس طرح) تمہارے

ہے (جو ان نعمتوں سے مستفید ہونے کے باوجود خدا کا انکار کر بیٹھتا ہے'' (ابراہیم: 34-32)

ایک اور موقع پر ارشاد ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ جَمِيْعاً مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (الجاثیہ۔13)

''اور اس نے زمین اور اجرام سماوی کی تمام چیزیں تمہارے کام میں لگا دی ہیں یقیناً اس باب میں غور کرنے والوں کے لئے (بہت سے) دلائل موجود ہیں''۔

ان تمام آیات میں غور کیجیے! ان آیات کا منشاء مقصد کیا ہے اور یہ حکم کس کو دیا جا رہا ہے؟ تسخیر اشیا کس چیز کا نام ہے؟ باطنی نعمتیں کس طرح وجود میں آتی ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ حکم ''خلیفۃ الارض'' کو دیا جا رہا ہے کہ وہ علم اسماء کے ''منتر'' اور ''دست تسخیر'' کی قوت سے ''باطنی نعمتوں'' کو منظر عام پر لائے۔

تسخیر کے لغوی معنی ہیں ''کسی چیز کو جبراً کام میں لگانا، رام کرنا، قابو میں کرنا وغیرہ''۔ امام راغب نے لکھا ہے کہ ''کسی خاص مقصد کے لئے کسی کو زبردستی لے جانا تسخیر کہلاتا ہے اور مسخر وہ ہے جس کو کسی کام پر (جبراً) لگایا گیا ہو''۔ (مفردات القرآن)

اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم ازلی اور قوت قاہرہ کے ذریعے تمام موجودات عالم کو انسان کے خادم اور حاشیہ بردار کی حیثیت سے مختلف کاموں پر مامور اور تیار کر رکھا ہے اور ان میں مخفی طور پر بے شمار فوائد ودیعت کر دیئے ہیں۔

اب انسان کا کام ــــــــــــ اپنے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے ــــــــــــ یہ ہے کہ وہ ان ''خدام'' سے اپنی عقل و دانش اور ضرورت کے مطابق خدمت لے اور ان مخفی فوائد کا پتہ لگا کر اور اپنے تمدنی مسائل و مشکلات حل کر کے دنیائے انسانیت کے گیسو سنوارے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَاسَأَلْتُمُوْهُ (اور اس نے تمہارے تمام فطری مطالبات

پورے کر دیئے) کے مطابق ان کی کوئی فطری و تمدنی ضرورت ایسی نہیں ہے جس کا حل ''ضروریات سے بھرپور'' اس کائنات ارضی میں موجود نہ ہو۔ان صاف وصریح ارشادات کے باوجود ان نعمتوں سے مستفید نہ ہونا، یا اشیائے عالم کی تسخیر کو ایک کارعبث تصور کرنا محرومی نہیں تو پھر کیا ہے؟

اشیائے عالم کا اصل ''مسخر'' (تسخیر کرنے والا) جیسا کہ سابقہ حاشیے میں صراحت کی جا چکی' خالقِ کائنات جل شانہ ہے۔تمام موجودات پر اسی کا حکم اور اسی کی فرمانروائی چل رہی ہے اس کے حکم سے ایک ذرہ بھی سرتابی نہیں کرسکتا۔اس حیثیت سے سب اس کی قوت قاہرہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ وَلَهٗ اَسۡلَمَ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

مگر چونکہ انسان بھی علمائے اسلام کی تصریح کے مطابق' صفات خداوندی کا مظہر ہے اس لئے وہ بھی ایک خاص دائرے میں حاکم ومختار ہے۔جس طرح کہ سمیع وبصیر ہونا صفات الٰہی ہیں،مگر انسان بھی ایک حد کے اندر سمیع وبصیر ہے۔جیسا کہ قرآن کریم کے بے شمار مقامات میں اس کی تصریح موجود ہے۔لہٰذا موجودات عالم کا اصل مسخر باری تعالیٰ جل شانہ ہے۔مگر مجازاً انسان کو بھی مسخر موجودات کہا جاسکتا ہے اور ان دونوں میں کوئی تعارض وتضاد نہیں۔

خلاق فطرت نے یوم ازل ہی میں تمام مظاہر فطرت کے چند قوانین وضوابط مقرر کئے پھر ان مظاہر کا علم انسان کو عطا فرمایا کہ وہ ان مادی قوانین وضوابط سے آگاہی حاصل کر کے موجودات عالم سے فائدہ اٹھائے جس کے باعث ''نئی نئی نعمتیں'' ظاہر ہونے لگتی ہیں جن کا تذکرہ وَاَسۡبَغَ عَلَيۡكُمۡ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (اوراس نے تم پر اپنی کھلی و پوشیدہ تمام نعمتیں پوری کر دیں)۔نیز وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ

ظاہر ہے کہ جو قوم یا ملت ان علوم سے واقف ہوگی اور منشائے خداوندی کے مطابق موجودات عالم کی تسخیر کرے گی وہی خلافت ارض کی اصل مستحق بنے گی۔حصول خلافت کے لئے تسخیر موجودات ضروری ہے اور تسخیر موجودات کی کنجی علم اسماء ہے۔ لہذا علم اسماء (سائنس) خلافت ارض کا پہلا باب اور اس کا اولین زینہ ہے۔اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ جو قوم اس باب میں پیچھے رہ جائے وہ ''منصب امامت'' سے بطور سزا معزول کر دی جاتی ہے یعنی دوسروں کی

غلام اور حاشیہ بردار بنا دی جاتی ہے کیونکہ قانون فطرت اور قانون خداوندی کے مطابق اس دنیا میں کاہلوں کا کوئی کام نہیں رہتا۔ ہر دور کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں، زندہ قوموں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق خود کو ڈھال لیں ورنہ وہ گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک دی جائیں گی یا ان کو تاریخی ''عجائب خانوں'' کے حوالے کر دیا جائے گا گویا کہ وہ مردہ قومیں ہیں اور ان کا مقام دنیا کے اسٹیج کے بجائے میوزیم ہی زیادہ مناسب ہو سکتا ہے۔

ماہ رمضان المبارک
نیکیوں کا موسم بہار

احادیث مبارکہ کی روشنی میں

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰخِرَ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ

ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک خطبہ دیا

فَقَالَ یَااَیُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّکُمْ شَهْرٌ عَظِیْمٌ شَهْرٌ مُّبَارَکٌ

اور اس میں فرمایا اے لوگو! تم پر ایک عظمت والا اور برکت والا مہینہ سایہ افگن ہو رہا ہے

شَهْرٌ فِیْهِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ

اس مبارک مہینے کی ایک رات (شب قدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ صِیَامَهٗ فَرِیْضَةً وَقِیَامَ لَیْلِهٖ تَطَوُّعاً

اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے اور اس کی راتوں میں کھڑے ہونے

(یعنی تراویح پڑھنے) کونفل عبادت مقرر کیا ہے۔

مَنْ تَقَرَّبَ فِیْهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَةً فِیْمَا سِوَاهُ

جوشخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانے کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا۔

وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَةً فِیْهِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَةً فِیْمَا سِوَاهُ

اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستر فرضوں کے برابر ہے۔

وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ

یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔

وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ یُزَادُ فِیْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ

یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے اور اس مہینے میں مؤمن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

مَنْ فَطَّرَ فِیْهِ صَائِماً کَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مَنَ النَّارِ

جس نے اس مہینے میں کسی روزے دار کو افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا۔

وَکَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَیْرِ اَن یُنْتَقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَیْءٌ

اور اس کو روزے دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اس کے کہ روزے دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔

قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَیْسَ کُلُّنَا یَجِدُ مَا یُفَطِّرُ بِهٖ الصَّائِمَ

ہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول ہم میں سے ہر ایک کو روزے دار کو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

آپ ﷺ نے فرمایا

یُعْطِی اللّٰهُ هٰذا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِماً عَلٰی مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ

اللہ تعالی یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی لسی پر یا پانی کے ایک گھونٹ پر

کسی روزے دار کا روزہ افطار کروادے۔

وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِماً سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَةً لَا یَظْمَأُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّةَ

اور جوکوئی کسی روزے دار کو پورا کھانا کھلادے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے۔

وَ هُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَ اَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهُ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ

اور اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوزخ کی آگ سے آزادی ہے۔

وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْکِهٖ فِیْهِ غَفَرَاللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ

اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام کے کام میں تخفیف کردے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اور اس کو دوزخ سے آزادی دے گا۔

(رواه البیهقی فی شعب الایمان)

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَاحْتِسَاباً غُفِرَلَه، مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

جولوگ رمضان کے روزے ایمان واحتساب کے ساتھ رکھیں گے ان کے سب گزشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے''۔

وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَاحْتِسَاباً غُفِرَلَه، مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

اور ایسے ہی جولوگ ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان کی راتوں میں نوافل (تراویح وتہجد) پڑھیں گے ان کے بھی سب پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے''۔

وَمَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَاحْتِسَاباً غُفِرَ لَه، مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

اور اسی طرح جولوگ شب قدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ نوافل پڑھیں گے ان کے بھی سارے پہلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

(متفق علیہ عن ابی ھریرہؓ)

(نوٹ) اس حدیث میں رمضان کے روزوں، اس کی راتوں کے نوافل اور خصوصیت سے شب قدر کو پچھلے گناہوں کی مغفرت اور معافی کا وسیلہ بتایا گیا ہے بشرطیکہ کہ یہ روزے اور نوافل ''ایمان اور ایمان و احتساب کے ساتھ ہوں ______ ایمان و احتساب خاص دینی اصطلاحیں ہیں اوران کا مطلب یہ ہے کہ جو نیک عمل کیا جائے اس کی بنیاد اوراس کا محرک صرف اللہ اور رسول کو ماننا اوراس کے وعدہ، وعید پر یقین لانا اوران کے بتائے ہوئے اجر وثواب کی طمع اور امید ہی ہو، کوئی دوسرا جذبہ اور مقصد اس کا محرک نہ ہو۔ (ماخوذ از معارف الحدیث)

mlkjih

srqpon

zyxwvu

KJI}|{

¡¦¥¤£¢

¯®¬«?©¨§

¹¸¶µ´³²±°

حاصلِ رمضان

چودھری رحمت اللہ بٹر

وَاِذَا سَـأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْالِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ٥

عبادات میں سے روزہ واحد عبادت ہے جس کے احکام ،اس کی حکمت اور غرض و غایت کل چھ آیات میں بیان کردی گئی ہے۔ جو شخص سورۃ البقرۃ کے 23ویں رکوع کو پڑھ لے تو روزے کے بارے میں اکثر معلومات اسے حاصل ہوجاتی ہیں۔ان چھ آیات میں سے کچھ ایسی بھی ہیں جن کا بظاہر روزے سے تعلق معلوم نہیں ہوتا لیکن یہ اس الحکیم کا کلام ہے جس کی حکمت کامل ہے اور اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ان آیات میں سے ایک مندرجہ بالا آیت بھی ہے جو روزے کے بارے میں احکام والی آیات کے درمیان رکھی گئی ہے اور اس رکوع کی آخری آیت یہ ہے۔

وَلَاتَـأْكُـلُـوْا اَمْـوَالَـكُـمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ہ

''اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ اور ان کو حکام تک رسائی کا ذریعہ نہ بناؤ تا کہ لوگوں کے مال کا ایک (مزید) حصہ ناجائز طور پر کھایا جاسکے یا کچھ لوگ لوگوں کا مال ناجائز طریقے پر کھاسکیں اور یہ تم سب کچھ جانتے بوجھتے کرتے ہو۔''

ان دونوں آیات کا تعلق اصل میں روزہ کی عبادت کو رمضان المبارک میں فرض کرنے کے ساتھ ہے رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا جو'' هُـدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّـنَ الْهُـدٰى وَالْفُرْ قَانِ '' ہے یعنی وہ کتاب جو تمام انسانیت کے لئے ہدایت اور ہدایت میں بالکل واضح' تا کہ تمام انسانوں کو سمجھ آسکے اور حق و باطل، ناجائز و جائز میں حد فاصل قائم کرنے والی۔

اصل میں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرا بندہ دن کو روزہ رکھ کر اپنی خواہشات پر قابو پائے اور اپنے نفس کو پابند کرے کہ وہ اللہ کے احکامات پر عمل پیرا ہو اور پھر رات کو قرآن مجید کا نور اپنی روح کی غذا بنائے تا کہ جسم اور روح میں ہم آہنگی پیدا ہو جائے اور انسان اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور اپنی بندگی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق جوڑے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ نوید سنائی ہے:

وَاِذَا سَـأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِ یْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْالِیْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَہ

''جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو بتا دیجیے میں تو پاس ہوں، میں ہر دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی مجھے پکارے۔بس ان کو بھی میری پکار ماننی چاہیے اور مجھ پر یقین بھی ہونا چاہیے (کہ میں ہر چیز پر قادر ہوں) تا کہ وہ سیدھی راہ پالیں''۔

کیونکہ اصل ضرورت انسان کی ہے اور جب اس نے روزہ کی بندگی اختیار کر لی ہے اور میرے کلام سے میری معرفت حاصل کر لی ہے تو اس کو اب مجھ ہی سے مانگنا چاہیے کیونکہ میرا تو

اعلان ہے۔

قُلْ يَا عِبَادِیَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَاتَقْنَطُوْامِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُالذُّنُوْبَ جَمِيْعاً اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُالرَّحِيْمُ ہ وَاَنِيْبُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَاتُنْصَرُوْنَ ہ وَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَااُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ ہ(الزمر۔53-55)

''اے میرے پیغمبر! اعلان کر دیجیے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں میری رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ تو تمام گناہ معاف فرمانے والا ہے، وہ تو ہے ہی بخشنے والا رحمت کرنے والا۔ تم پلٹو اپنے رب کی طرف اور اس کی فرمابرداری اختیار کرلو اس سے پہلے کہ اس کی پکڑ آجائے، پھر تمہیں کوئی مدد گار نہ ملے گا۔ اور پیروی کرو اس کی جو تمہارے رب نے تمہاری طرف نازل کیا ہے اس سے پہلے کہ اچانک پکڑ آجائے اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے''۔

اب جبکہ تم نے روزہ کی پابندیاں بھی اختیار کر لی ہیں اور رات کو میرے نور سے اپنی ارواح کو بھی منور کرنا شروع کر دیا ہے اور فرماں برداری کا عزم کرلیا ہے تو جان لو میں نے تمہارے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور تمہاری دعائیں قبول ہونی شروع ہوگئیں ہیں۔ اور تم اب میرے ہوگئے ہو اور میں تمہارا ہو گیا ہوں یہی ہے اس حدیث قدسی میں نوید جسے امام بخاری نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال الله عزوجل من عادیٰ لی وليا فقد اذنته با لحرب وما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افرضت عليه ومايزال عبدی يتقرب الی بالنوافل حتی اجبته وكنت سمعه الذی يسمع به وبصره الذی يبصر به ويده التی يبطش بها ورجله التی يمشی بها(رواه البخاری)

''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ

فرماتے ہیں۔ جو میرے ولی سے دشمنی رکھتا ہے تو اس کو میں جنگ کا الٹی میٹم دے دیتا ہوں۔ (اور یہ ولی کون ہے) جو میرا قرب حاصل کرتا ہے جو مجھے سب سے محبوب عمل ہے اور وہ ہے جو میں نے اپنے بندوں پر فرائض معین کئے ہیں اور میرا بندہ (فرائض کی ادائیگی کے بعد) مزید نوافل اختیار کرتا اور ان سے میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے''۔

یہ کیفیت ہے جو رمضان کے روزں کی فرضیت ادا کر کے اور پھر رات کو قرآن مجید کے ساتھ نفلی قیام کر کے رمضان میں بندہ مومن کو حاصل ہوتی ہے کہ اس کا ہر عمل جو اس کے اعضاء سے صادر ہوتا ہے وہ اللہ کی رضا کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے اور وہ اہل ہو جاتا ہے اس کا جو اس کا رب فرماتا ہے

قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ o

''تمہارا مالک فرماتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول فرماتا ہوں۔ بیشک وہ جو تکبر کرتے ہیں مجھے پکارنے اور میری بندگی اختیار کرنے سے ان کو میں جہنم میں ذلیل کر کے داخل کروں گا''

یہی تو ہے جسے ایک اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے واضح فرمایا ہے:

عن جبير بن نضير أن عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ حدثهم أن رسول الله ﷺ قال: ماعلى الأرض مسلم يدعو الله بدعوة إلا اتاه الله إياها أوصرف عنه من السوء مثلهامالم يدع بإثم أو قطعة رحم فقال رجل من القوم إذا نكثر قال الله أكثر (رواه الترمذی)۔

حضرت جبیر بن نضیر بیان کرتے ہیں کہ عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' کرہ ارض پر جو بھی بندہ اللہ کا فرمابردار ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عطاء کر دیتے ہیں جو مانگتا ہے یا پھر اس کے برابر

اس کی برائی دور کردیتے ہیں جب تک کوئی گناہ (فرائض میں کوتاہی) یا قطع رحمی کی دعا نہیں کرتا۔ تو ایک آدمی نے ان میں سے جو آپ ﷺ کے پاس موجود تھے، کہا پھر تو ہمیں بہت دعائیں کرنی چاہئیں اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے پاس بھی ہر چیز کی کثرت ہے۔''

ایک اور فرمان رسول اللہ ﷺ میں مزید آتا ہے:

''کہ یا پھر اس کی دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ کرلیا جاتا ہے کہ بندہ مومن جب آخرت میں اپنی دعاؤں کا اجر دیکھے گا تو حسرت سے کہے گا کاش میری کوئی دعا دنیا میں قبول نہ ہوتی اور میں سب کا اجر یہیں پاتا''۔

یہ ہے معاملہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ سے جو اس کا فرمانبردار ہے اور جسے یقین ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کہ وہ ہر چیز عطا کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور عطاء کرتا ہے۔ کیونکہ اصل تو پردے میں ہوتا ہے، انسان نہ تو اللہ کی فرمانبرداری پر آتا ہے اور نہ ہی یقین پیدا ہوتا ہے اللہ کی ذات پر کیونکہ نہ وہ احکام ربانی پر عمل پیرا ہوتا ہے اور نہ قرآن مجید کو اپنے دل پر نازل کرتا ہے کہ اس میں یقین پیدا ہو اور جب روزہ اور قیام اللیل کے ذریعہ وہ یہ دونوں حجاب دور کرتا ہے تو اس کا معاملہ وہی ہو جاتا ہے جو آیت مذکور میں بیان کیا گیا ہے۔ اصل دوری تو انسان کی طرف سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو مائل بکرم ہے کوئی مانگے تو سہی اور جب انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہاں تو کیفیت یہ ہے جو ایک حدیث قدسی میں یوں بیان ہوئی ہے۔

عن أبی هريرة قال قال رسول الله ﷺ قال عزوجل: أنا عند ظن عبدی بی وأنامعه إذا ذكرنی فإن ذكرنی فی نفسه ذكرته فی نفسی وإن ذكرنی فی ملإ ذكرته فی ملإ خيرمنهم وإن تقرب إلی بشبرتقربت إليه ذراعا وإن تقرّب إلی ذراعا تقربت إليه باعا وإن أتانی يمشی أتيته هرولة (رواه البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ میں تو اپنے بندے کے ساتھ ویسا معاملہ کرتا ہوں جیسا اس کا میرے

بارے میں یقین ہوتا ہے۔اگر وہ مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اپنی ذات میں یاد رکھتا ہوں اگر میرا ذکر کسی محفل میں کرتا ہے تو میں اس سے کہیں بہتر محفل میں اس کا ذکر کرتا ہوں اگر وہ میری طرف بالشت بھر آتا ہے تو میں ہاتھ آگے بڑھ کر اسے لیتا ہوں اگر وہ ہاتھ بھر آگے بڑھتا ہے تو ایک قدم آگے بڑھتا ہوں اور اگر چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر وصول کرتا ہوں''۔

یہ ہے وہ مالک جس کو چھوڑ کر انسان محروم رہتا ہے اور اپنے لئے بدبختی حاصل کرتا ہے جب رمضان میں روزہ اور قیام اللیل اختیار نہیں کرتا اور حرام خوری کا کاروبار نہیں چھوڑتا اور اللہ کی بندگی اختیار نہیں کرتا۔

اصل کیفیت تو یہ ہے جو بندہ مومن کی ہونی چاہیے:

رنگ تقویٰ رنگ طاعت رنگ دین   تا ابد باقی بود بر عابدین
عشق را با حَیُّ با قَیُّوم دار   عشق با مردہ نباشد پائیدار

اللہ کے رسولوں کی امتوں میں ایک عرصہ گزرنے پر یہ کیفیت نہیں رہتی اور وہ حبّ عاجلہ میں پڑ کر اس زندگی کی زیب وزینت اور اپنی نفسانی خواہشات کے گرویدہ ہو جاتے ہیں تو پھر جو فطرۃ میں طلب موجود ہے غلط راستوں سے تشفی کرنے پر آ جاتے ہیں تاکہ آخرت بھی ہاتھ سے نہ جائے اور دنیا کی عیاشی اور حرام خوری بھی جاری رہے اس معاشرے سے پھر کچھ عیار لوگ اس کی اس خواہش سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اسے دلاسہ دیتے ہیں کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ایک راستہ ہے جس سے تم اپنی خواہش پوری کر سکتے ہو لیکن اس کے لئے تمہیں ہمارے پاس آنا ہوگا اور ہمیں نذرانے دینے ہوں گے اور یہ اولیاء اللہ تمہاری سفارش کریں گے بس تم ان کے در پر آتے رہو، اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ طبقہ ہے پیروں، پنڈتوں پادریوں اور پروہتوں کا' جو اللہ کے اولیاء اور انبیاء کے استھان بناتے ہیں اور خود گدی نشینی اختیار کر کے لوگوں کی بخشش کا ٹھیکہ لے لیتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ سے دور کرنے خواہشات کے مطابق زندگی گزارنے پر بھی آخرت کی شفاعت اور نجات کا جھوٹا وعدہ دیتے ہیں جس کا ایک گدی ہی کے وارث نے یوں تذکرہ کیا ہے:

کردار وقناعت وحیاء کچھ بھی نہیں علم وعمل مہر و وفا کچھ بھی نہیں
کیاخاک تمہیں دیں گےجن کے پاس سجادہ نشینی کے سوا کچھ بھی نہیں

اوران کی حالت کانقشہ یوں کھینچتے ہیں جوباعث عبرت ہے:

لگتے ہیں جودولت کی ہواکےمحتاج رہتے ہیں جوزائر کی عطاء کےمحتاج
کرتاہے دعا کی التجا ایسوں سے جولوگ خودتیری دعاکے ہیں محتاج

پیرمولانانصیرالدین (گولڑہ شریف)

اورجیسے کسی نے لکھا ہے:''جب راہ سے بھٹکتا ہےتو بے پیندے کا لوٹا رہ جاتا ہےاور دردر کی ٹھوکریں کھا کربھی نامرادرہتاہے''۔

تیری راہ سے جو بھٹک گیا وہ ہزارٹھوکریں کھائے گا
توعطاءکرے جسے بےطلب وہ کسے خیال میں لائے گا
جسےتو نے بخش دی سروری ،اسے زیب دیتی ہے برتری
جو تیری نگاہ سے گرگیا وہ نظر میں کس کی سمائے گا

حالانکہ قرآن مجید میں نبی اکرمﷺکوخطاب کرکےفرمایا گیااوران کی طرف سےاعلان کروایا گیا:

اِنَّـآ اَنزَلْنَااِلَيكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًالَّهُ الدِّيْنَ o اَلَا لِـلّٰـهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِىْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَايَهْدِىْ مَنْ هُوَكَاذِبٌ كَفَّارٌo

اور

قُلْ اِنِّىْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًالَّهُ الدِّيْنَ o وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ o قُلْ اِنِّىْ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّىْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ o قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًالَّهٗ دِيْنِىْ فَاعْبُدُوْا مَاشِئْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ (الزمر)۔

''بے شک ہم نے اس کتاب کوآپ کی طرف نازل کیا حق کے ساتھ اوراس کا تقاضاہےاللہ کی بندگی کروخالص کرتے ہوئے اس کے لئے اطاعت،آگاہ ہوجاؤ!

اللہ صرف خالص اطاعت قبول کرتا ہے اور وہ لوگ جو اس کے علاوہ اولیاء کو (بخشش کے لئے) پکڑے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی پوجا کرتے ہیں تا کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کے اس اختلاف کا فیصلے فرمائے گا جو آپس میں کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور ناشکرا ہو۔

اور ــــــــــ فرما دیجیے مجھے حکم ہے کہ میں اللہ کی بندگی کروں اس کے لئے خالص کرتے ہوئے اپنی اطاعت اور مجھے حکم دیا گیا کہ پہلا فرمابردار بنوں اور فرما دیجیے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں گا تو عذاب عظیم کا ڈر ہے۔فرما دیجیے کہ میں تو صرف اللہ ہی کی بندگی کرتا ہوں اس کے لئے اپنی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے ۔تم اس کے علاوہ جس کو چاہو پوجو''۔

اصل میں سوچا جائے تو یہ تو مصداق ہے آخری آیت کے جو اس رکوع میں ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

''اپنے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ اور انہیں حکام تک رسائی کا ذریعہ نہ بناؤ تا کہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ تم گناہ کے راستے سے کھاؤ اور یہ تم سب کچھ جانتے ہو''

گویا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں رشوت کے ذریعہ رسائی ہے جو انسان اختیار کرتا ہے تا کہ حرام خوری اور عیاشی بھی نہ چھوٹے اور آخرت کا سہارا بھی مل جائے اسی لئے اس حرام کی کمائی سے درباروں پر بھی نذرانے پیش کرتا ہے اور اپنے لئے شفاعت کا بندوبست کرتا ہے حالانکہ ان نذرانوں سے فائدہ تو سجادہ نشین حاصل کرتے ہیں اور درباروالوں کو تو ان کے بارے میں کوئی خبر ہی نہیں ہوتی وہ تو اللہ کے ہاں علیین میں ہیں۔ جیسے فرمایا:

هُوَ الْحَيُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ (المومن)

''وہ (اللہ) زندہ رہنے والا ہے،کوئی معبود نہیں مگر وہی پس اس کو پکارو اس کے لئے

اپنی اطاعت خالص کرتے ہوئے ۔سارا شکر اللہ ہی کے لئے ہے جو مالک ہے سارے جہانوں کا فرما دیجیے مجھے روک دیا گیا ہے کہ میں پکاروں ان کو جن کو تم پکارتے ہو جب کہ میرے پاس واضح ہدایت آ گئی میرے رب کی طرف سے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداری اختیار کروں سارے جہانوں کے رب کی ۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّايَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ‌o وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِيْنَ‌o

''اور کون زیادہ گمراہ ہوگا اس سے جو اللہ کے علاوہ کسی کو پکارے جو قیامت کے دن تک اس پکار کا جواب دینے والا نہیں ہے اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں اور جب تمام انسانوں کو جمع کیا جائے گا تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی دعاؤں کا انکار کردیں گے''

يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَ شُرَكَآؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاءُ هُمْ مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ‌o فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ o هُنَالِكَ تَبْلُوْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ o

''وہ دن جس دن ان سب کو ہم اکٹھا کریں گے پھر ہم کہیں گے جنہوں نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کیا ہوگا کہ ذرا تم بھی اور تمہارے شرکاء بھی ٹھہرو اور پھر ان کے درمیان ان کے تعلق ٹوٹ جائیں گے اور جن کی عبادت کرتے تھے وہ کہہ دیں گے تم ہماری عبادت نہ کرتے تھے ۔اللہ تعالیٰ کافی ہے گواہی کے لئے کہ ہم تمہاری عبادت سے غافل تھے ۔ یہ موقع ہے کہ ہر نفس کو مل جائے گا جو اس نے کمایا ہوگا اور سب کو لوٹا دیا جائے گا اللہ کی طرف جو حقیقی مولیٰ ہے اور گم ہو جائیں گے جو انہوں نے (سفارشی) گھڑ رکھے تھے''۔

جیسے ان لوگوں کی کیفیت کا نقشہ کھینچا ہے کسی شاعر نے:

توں کردا ایں ٹھگیاں تے پوندا اے ڈاکے
کماندا ایہ وڈھیاں کھا کے تے کھواکے
غریباں دی مت ماریں ،اودھے چوکے وچ نہاکے
میرے اگے رکھیں چڑھاوے چڑھاکے
ایہ انصاف دا گھر اے تھانہ نہیں اے
تے وڈھیاں دا ایتھے ٹھکانہ نہیں اے

اور پھر نقشہ کھینچا ہے اللہ تعالیٰ سے گلہ کرتے ہوئے:

اے گدیاں دے مالک ،ایہہ ویلڑ لٹیرے
میں سنیا اے سارے ایجنٹ نے تیرے
تیرے ناں تے لیندے چڑھاوے سلاماں
توں دتا ایہناں نوں مختار نامہ
اے ہتھ نئیں ہلاندے تے بانھ نہیں ہلاندے
تے گدیاں تے بیٹھے نے موجاں اُڑاندے
جے تیرے گھر وی وڈی چلدی پئی اے
تے اہدے وچ تے تھانے وچ دس فرق کی ہے

اصل میں رمضان المبارک اللہ تعالیٰ نے اسی لئے عطا کیا ہے کہ روزہ رکھ کر حرام خوری چھوڑو کیونکہ صرف کھانا پینا چھوڑنا روزہ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ (رواه البخاری)

’’جو کوئی روزہ رکھ کر بھی جھوٹ اور جھوٹا کاروبار نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کی کوئی غرض نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے‘‘

اور فرمایا:

عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ

صِیَامِہٖ اِلَّاالُجُوع وَرُبَّ قَائِمٍ لَیُسَ لَہٗ مِنُ قِیَامِہٖ اِلَّا السَّھر (رواہ ابن ماجہ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں جن کو روزہ سے سوائے بھوک کے کچھ نہیں ملتا اور کتنے قیام کرنے والے ایسے ہیں جنہیں جاگنے کے سوا کچھ نہیں ملتا''۔

جب روش ہی نہیں بدلی اور قرآن مجید کو سمجھ کر نہیں پڑھا اور سنا تو پھر سوائے کھڑے رہنے کے کیا حاصل ہوگا۔ اور پھر فرمایا اصل یہ کیفیت مطلوب ہے جو ایک حدیث قدسی میں آئی ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ عزوجل: کُلُ عمل ابن آدم لہ الا صیام فانہ لی وانا اجزی بہٖ والصیام جنۃ فاذا کان یوم صوم احدکم فلایرفث یومئذ ولایصخب فان سا بہ احد او قا تلہ فلیقل انی صائم والذی نفس مُحمد بیدہٖ لخلوفُ فم الصائم اطیبُ عند اللہ یوم القیامۃ من ریح المسك وللصائم فر حتان یفرحُھما اذاافطرفرح بفطرہٖ واذا لقی ربہ فرح بصومہٖ (مسلم)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتے ہیں آدم کی اولاد کا ہر عمل اس کے لئے ہے (اور اس کا اجر معین ہے) سوائے روزہ کے کیونکہ وہ صرف میرے لئے ہوتا ہے اور میں ہی اس کو اس کا اجر دوں گا۔ روزہ ڈھال ہے (نفسانی خواہشات وشہوات کے آگے) جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ فحش کلامی اور بیہودگی کے کاموں سے بچے اور اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑائی پر آمادہ ہو تو اسے کہہ دے میں روزہ سے ہوں، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کافور سے زیادہ بھلی لگتی ہے اور روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں جن سے وہ لطف اندوز ہوتا ہے ایک روزہ افطار کے وقت اور دوسری جب اس کی ملاقات قیامت کے دن اس کے مالک سے ہوگی''

یہ ہے روزہ اگر بندہ مومن کو حاصل ہو جائے اور پھر رات کو قرآن مجید کے ساتھ قیام

اللیل نصیب ہوتو اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دونوں اس کی سفارشی ہوں گے اوران کی شفاعت قبول بھی ہوگی۔

عـن عبداللہ بن عمرو بن العاص قال قال رسول اللہ ﷺ الصِّیَامُ وَالْـقُـرْآنُ یَشْـفَعَانِ قَالَ الصَّوْمُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهْوَةَ فِی النَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ وَقَالَ الْقُرْاٰنُ اَیْ رَبِّ مَنَعْتُهٗ مِنَ النَّوْمِ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ فَیُشَفَّعَانِ (رواہ البیهقی فی شعب الایمان)

’’حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ اور قرآن سفارش کریں گے روزہ کہے گا اے میرے رب میں نے اسے دن کے اوقات میں کھانے اور شہوت سے روکا میری شفاعت اس کے بارے میں قبول فرما اور قرآن مجید کہے گا اے اللہ میں نے اسے رات کے اوقات میں سونے سے روکا میری سفارش قبول فرما اس کے حق میں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دونوں کی شفاعتیں قبول فرمائی جائیں گی‘‘۔

یہ بات قابل غور ہے کہ قرآن مجید وہ سفارش بنے گا جو بندہ مومن کو نیند سے روکے یعنی رات کے اوقات بندہ مومن قرآن کے ساتھ گزارے اور نیند میں کمی کرے اور اپنے مولا سے محو گفتگو ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَحَبَّ أَحَدُكُمْ أَنْ يُّحَدِّثَ رَبَّهٗ فَلْيَقْرَءِ الْقُرْآنَ (کنزالعمال)

’’جب تم میں کسی کا جی چاہے کہ اپنے رب سے باتیں کرے تو اسے قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہیے‘‘۔

یہ اصل میں اللہ تعالیٰ کا انسانوں اور اہل ایمان سے مخاطبہ ہی تو ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہی ہے کہ وہ ہمیں اپنی عطا کردہ رمضان المبارک کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے اور اپنے مالک کی بندگی کا حق ادا کرنے کی توفیق دے تاکہ مالک الملک کے ہاں سے گناہوں کی بخشش بھی لے لیں اور اس سے تعلق بھی پیدا ہو اور ہم جو حاصلِ رمضان ہے اس کے اہل قرار پائیں اور اپنی مرادیں حاصل کرلیں۔ آمین! اور بقول علامہ اقبال

کیوں خالق ومخلوق میں حائل رہیں پردے
ان پیران کلیسا کو کلیسا سے ہٹا دو

کے مصداق بن جائیں اوراسی کے در کے سوالی ہوں جہاں سے کوئی خالی نہیں جاتا بشرطیکہ وہ اس کا ہوگیا ہو۔اوراس کا حال بن جائے۔

میں ہاں بندہ تیرا تو ں ہیں مالک میرا
میری ایہی ہے دعا دےآخرت دی فلاح
توں ہیں والیاں داوالی تیری ذات ہے عالی
ایتھوں جاندائیں کوئی خالی میں وی تیرے دردا سوالی
قبول کر میری دعا توں ہیں مالک میرا

آمین یا رب العالمین وصل وسلم علی سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

انجینئر مختار فاروقی

20 نامور شخصیات پر جو سیمیناروں کا سلسلہ قرآن اکیڈمی جھنگ میں جاری رہا اور اب ان شخصیات کے بارے میں حاصل شدہ معلومات کو ''حکمت بالغہ'' کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے حالات شائع ہو چکے ہیں۔

اس دفعہ تذکرہ تو امام غزالی رحمہ اللہ کا ہونا تھا مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام غزالی کے درمیان زمانی فصل زیادہ ہے جس سے درمیانی عرصہ کے حالات پوری طرح دائرہ تحریر میں نہیں آ سکتے۔

دور بنی عباس کے ابتدائی عرصہ میں وسعت قلبی اور علم دوستی کی پالیسی سے فائدہ اٹھا کر دشمنان اسلام نے یونان، عیسائیت، ایران اور ہندوستان کے ملحدانہ اور فاسد نظریات پر مبنی کتب

کے تراجم کر کے اسلامی دنیا میں نظریاتی ہیجان پیدا کر دیا تھا جس سے اسلام کے مابعد الطبیعاتی حقائق پر کامل ایمان کو ٹھیس پہنچی اور عمل میں اضمحلال آ گیا۔ دور نبوت سے دوری کے باعث بے عملی اور نئے علاقوں کے نومسلم افراد کی پوری طرح دینی تربیت کے فقدان سے ان میں بھی وہ جذبہ اور ایمانی کیفیات پیدا نہ ہوسکیں جو مطلوب تھیں یونانی فلاسفہ بالخصوص ارسطو، افلاطون وغیرہ کے فاسد خیالات نے علمی حلقوں میں زہر پھیلا دیا جس سے اسلام کے مابعد الطبیعاتی تصورات کے بارے میں مختلف آراء اور فرقے پیدا ہو گئے۔ بنیادی طور پر قرآن کی حتمیت اور سنت رسول ﷺ کی قطعیت کے بارے میں بہت سے لوگ راہ حق سے دور ہوتے چلے گئے جن کو بجا طور پر ''معتزلہ'' کہا گیا۔

اس معرکہ خیر وشر میں الفاظ کی جنگ کا ایک موقع ایسا آیا کہ قرآن کے بارے مامون الرشید نے معتزلہ کے غلط موقف کو سرکاری موقف قرار دیا اور مخالفین کو دار ورسن تک پہچانے کا اہتمام کر دیا اس موقع پر بہت سے اہل حق میدان عمل میں آئے اور اپنے اپنے حصے کا کام کیا مگر مرد حق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ نے دربار شاہی میں کھڑے ہو کر اس موقف کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اگرچہ انہیں جھکانے کے لئے تشدد اور بربریت کا ہر حربہ استعمال کیا گیا مگر وہ مرد حق ڈٹا رہا تا آنکہ آنے والے حکمرانوں نے اس موقف کو بدل کر اہل سنت کا موقف کہ قرآن مجید ——— کلام اللہ ہے اور ابدی ہدایت ہے کو دوبارہ سرکاری موقف بنا دیا۔ اس طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ نے اس الحاد اور بے دینی کے سیلاب کے آگے بند باندھ دیا۔

چنانچہ ہم معذرت کے ساتھ امام ابومحمد غزالی کے تذکرے سے پہلے اضافی طور حضرت امام احمد بن حنبل کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی!

کے مصداق یوں تو خیر وشر کی کشاکش اور پنجہ آزمائی سے کوئی دور بھی خالی نہیں رہا تاہم محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کی آمد کے بعد سے شر کی قوتوں نے جیسے متحد ہو کر ''اہل خیر'' کو دبانے

کی بھر پور کوششیں کی ہیں تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ بدر وخندق کے معرکوں سے لیکر جنگ یمامہ تک اور شہادت عثمان رضی اللہ عنہ سے لیکر سانحہ کربلا تک اہل شر اور دشمنان پیغمبر ﷺ نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا اور کوئی موقع نہیں چھوڑا جہاں اہل اسلام کا نقصان نہ کیا ہو۔

دور بنو امیہ کے آخری سالوں میں جو بدامنی اور داخلی خلفشار مسلمان امت کے حصے میں آیا اور اسلامی حکومت کے طول وعرض میں جس طرح کے انتقامی جذبات نے شدت اختیار کی وہ بنو امیہ کی حکومت کے خاتمے (132ھ، 750ء) کے بعد بھی ٹھنڈے نہیں پڑے بلکہ دور بنو عباس کا پہلا حکمران اتنا ظالم اور سفاک ثابت ہوا اور اس نے خون مسلم کی ایسی ارزانی کردی اور انتقامی جذبات کی تسکین کی کہ اس کی مثال نہیں ملتی اس ظلم اور بربریت کے نتیجے میں عباسی سلطنت کو استحکام تو مل گیا اور دشمنوں کے خاتمے کے نتیجے میں سازشوں کا امکان نہ رہا مگر اسلام کی کشتی میں کئی جگہ ''سوراخ'' ہو گئے اور مختلف عجمی نظریات اور خیالات نے ''فکر اسلامی'' پر یلغار کردی۔

ع ''گرچہ پیر ہے آدم جواں ہیں لات ومنات''

کے مصرعے پر غور فرمائیں تو آپ بھی اس بات سے اتفاق کریں گے کہ حق کے علمبردار جلد تھک کر اور سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا شکار ہو کر تاریخ کے دھندلکوں میں نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں جبکہ اہل شر منتشر ہونے کے باوجود موقع ملتے ہی دوبارہ منظّم ہو جاتے ہیں یا ______ صحیح یہ ہوگا کہ کہا جائے کہ وہ منتشر ہو کر بھی منظّم رہتے ہیں اور اپنے لئے دراندازی کے مواقع پیدا کرتے رہتے ہیں اور ان کی تلاش میں رہتے ہیں۔

پہلی صدی ہجری اور دوسری صدی ہجری میں جس طرح دشمنان اسلام نے مسلمانوں کے سیاسی استحکام کو نقصان پہنچایا اور بعد ازاں بنو عباس کے ابتدائی دور میں ''سفاح'' کے کارناموں سے حکومت کے مخالفین تہ تیغ کر دیئے گئے اور سلطنت کے تسلسل کے لئے امام ابو حنیفہ رحمۃ کی محنت سے تیار کردہ فقہ حنفی کو ملکی قانون کا درجہ دے دیا گیا۔ جس سے ملک میں عدل وانصاف کی فراہمی کی راہ نکل آئی اور امت کی اجتماعی خواہش کہ شریعت اسلامی کا نفاذ ہو بھی پوری ہو گئی۔

بنو عباس کی حکومت کے استحکام کے بعد دشمنان اسلام نے فکری سطح پر اسلام کے

ایمانیات اورالٰہیات کے میدان میں رخنے ڈالنے کی کوششیں شروع کر دیں۔یہی دور ہے جب بنوعباس کے دور میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ تو رک گیا گویا ''جہاد'' کا جذبہ تو ٹھنڈا ہی نہیں پڑا حکومتی سطح پر ختم ہو گیا۔اس دور میں سارا زور ملک کے نظم ونسق کو چلانے اور امن وامان کو برقرار رکھنے پر صرف ہوا۔

اس پرسکون ماحول میں دوسرے علاقوں اورزبانوں سے مختلف مذاہب کی کتابوں کے ترجمے عربی زبان میں ہوئے یونانی زبان سے ارسطواورافلاطون کی کتابوں کے تراجم ہوئے عیسائی اور یہودی کتابوں اور تورات وانجیل کی تفسیروں کے ترجمے ہوئے۔ ہندوستانی مذہبی کتابوں اور دیگر عجمی خیالات کا رطب ویابس بھی اس دور میں اسلامی ذہن کو پراگندہ کرنے کے لئے جمع کر دیا گیا۔

معاشی خوشحالی، جذبہ جہاد کے شل ہونے، دورنبوت سے دوصدیوں کے بُعد،اسلامی روح کے مضمحل ہونے اور غیر اسلامی نظریات کے اس سیلاب کے نتیجے میں عالم اسلام میں نظریات کی ایک جنگ چھڑ گئی۔ اہل شر اور دشمنان اسلام نے اب سیاسی میدان کی بجائے مناظرے اورعلم کا میدان منتخب کرلیا۔اس جنگ کا غیر رسمی آغاز تو پہلی صدی کے اواخر میں ہی غیر مسلموں سے میل جول اوران کے خیالات ونظریات کے ساتھ INTERACTION سے ہی ہو چکا تھا۔مگر دوسری صدی کے اختتام اورتیسری صدی کے آغاز میں یہ کشاکش باقاعدہ لفظی جنگ کی شکل اختیار کر چکی تھی۔

اسلام کے دشمنوں کی فہرست میں یہود، مشرکین، نصاریٰ اور دیگر باطل اور ملحدانہ خیالات ونظریات کے حامل لوگ ہیں۔قرآن مجید میں یہود ومشرکین کو اسلام کے سب سے بڑے دشمن قرار دیا گیا ہے۔ان دونوں میں سے بھی ''یہود'' سب سے آگے ہیں۔(5-82) یہود کبھی اسلام کے سامنے آ کر دشمنی نہیں کرتے اس لئے کہ وہ مذہبی بحث میں کامیاب نہیں ہو سکتے وہ ہمیشہ ملحد اور بے دین گروہوں سے اہل اسلام کو لڑا کر خود موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور فوائد

سمیٹنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ دوسری صدی ہجری کے اس سیاسی معرکہ میں بھی یہود نے نصاریٰ کو آگے رکھا اور فکری سطح پر یونانی فکر و فلسفہ کو فروغ دے کر اور بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور اہل اسلام کو دفاعی پوزیشن پر لا کھڑا کیا۔

دور نبوت سے بُعد کے باعث مسلم معاشرہ بے عملی کا شکار ہو چکا تھا اور بے عمل آدمی اپنی بے عملی کو چھپانے کے لئے عقلی دلائل کا سہارا لیتا ہے کہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی سمجھانے والا مبلغ بھی مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ سامع اور ''مدعو'' کو مطمئن کر سکے۔ مزید برآں اگر سامع غیر اسلامی اور ملحدانہ خیالات سے متاثر ہو چکا ہو جیسا کہ دور بنو عباس میں افلاطون اور ارسطو کے خیالات عام ہوتے جا رہے تھے تو معاملہ الجھ جاتا ہے اور افہام و تفہیم کی بجائے بحث و تمحیص اور بحث برائے بحث کا راستہ کھل جاتا ہے۔

دور بنو عباس میں یہی کچھ ہوا اور امت مسلمہ کا بے عمل اور ذہین عنصر اس طرف کھنچتا چلا گیا تا آنکہ گمراہی اور عقلیت پرستی کے کئی SHADES وجود میں آ گئے اور بے شمار فرقے پیدا ہو گئے اور مختلف ناموں سے پہنچانے جانے لگے۔

اس گمراہی کا ایک عمومی عنوان ''وحی'' کے مقابلے میں ''عقل'' یا عقلیت پرستی تھا جس میں سارا زور دلائل پر تھا اور فطرت انسانی کے بدیہی حقائق اور ماورائے عقل حقائق کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا (یہ امر قارئین کے لئے نہایت دلچسپی کا باعث ہوگا کہ بعد کے ادوار میں بھی جب عقلیت پرستی نے زور پکڑا تو سوچ کے یہی پیمانے سامنے لائے گئے اور اس کی بنیاد پر اللہ، وحی، رسالت، فرشتے غرض مذہب کی ہر بنیاد کو گرا دینا اس طرز فکر کا طرّہ امتیاز ٹھہرا دور حاضر میں گذشتہ تین صدیوں سے مغرب میں یہ جنگ جاری ہے اور اب یہ جنگ پھیل کر عالمگیر ہو چکی ہے اور اب علمی درسگاہوں سے نکل کر میڈیا کا موضوع بن چکی ہے اور اس کے پیچھے مغرب کی بے پناہ ترقی اور وسائل ہیں لہٰذا جنگل کی آگ کی طرح ان نظریات کو فروغ مل رہا ہے)۔

عقلیت پرستی کے تحت دوسری صدی ہجری میں جو باتیں موضوع بحث بنیں وہ ذات باری تعالیٰ، صفات باری تعالیٰ، وجود حقیقی، امکانی وجود، واجب الوجود، وحی، رسالت، فرشتے،

تخلیق کائنات، انسان، حقیقت انسان، موت، جنت دوزخ وغیرہ غرض اسلام کی تعلیمات کی ہر چیز موضوع بحث بن کر اپنی حقانیت اور حتمیّت سے محروم ہوتی چلی گئی اور اہل علم اس سے مرعوب ہو کر گھائل ہوتے چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ کی اس کائنات میں چند اٹل قوانین میں سے یہ بھی ہے کہ ع ''توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری'' نیز ــــــــــ ہر فرعونے را موسیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اسلام کے دفاع اور احقاق حق کے لئے جن ہستیوں کو اٹھایا اور ان سے اسلام کے فروغ کا کام لیا ان کی طویل فہرست میں ایک نمایاں نام امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ بھی ہے۔

ہارون الرشید علم دوست حکمران تھا مگر اس کی سادگی کی آڑ میں یونان، یورپ اور ہندوستان کے ملحدانہ نظریات عربی میں ترجمہ ہو کر عالم اسلام میں آ گئے اور عقلیت پرستی کو فروغ ہوا اس دور میں دین سے انحراف کرنے والے اس طبقہ کو ''معتزلہ'' کا ایک مجموعی نام دیا گیا یعنی جو لوگ راہ حق اور راہ اعتدال سے خود ہٹ چکے ہیں وہ اعتزال کا شکار ہو کر خود معتزلہ ہو گئے ہیں۔ ان میں مختلف SHADES تھے مگر بنیادی گمراہی ایک ہی تھی وحی آسمانی کی تشریحات میں سنت کی بجائے اپنی عقل کو فیصلہ کن حیثیت دے دینا جبکہ اہل سنت اور اہل حق کی راہ یہ تھی وہ قرآن پاک کی وہی تشریح معتبر سمجھتے تھے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے احادیث کی روشنی میں ہم تک پہنچی ہے۔

لہٰذا اسی دور میں معتزلہ کے زیر اثر اور معاشرے کی ضرورت کے مطابق حدیثوں کو بھی گھڑا گیا اور ''موضوعات'' کا انبار لگ گیا۔ تاہم علمائے حق نے احادیث جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا اور رطب ویابس کے اس ذخیرہ سے کھرا کھوٹا الگ کر دیا اور احادیث کے مجموعے ترتیب پا گئے چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ایک کاوش یہ بھی فرمائی ہے کہ احادیث کو مسائل کی ترتیب سے لکھنے کی بجائے مجموعی طور پر راویان یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کی حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب احادیث کو جمع کر دیا یوں کسی صحابی کی مرویات کو ایک نظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

دوسرا بڑا کام امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کا مسئلہ ''خلق قرآن'' کے سلسلے میں حکمران مامون الرشید کے دربار میں اپنے موقف پر ڈٹ جانا ہے۔

ہوا یوں کہ ہارون الرشید پر اعتزال اور عقلیت پرستی کا زیادہ اثر نہیں ہوا یا وقت کے ساتھ دینی اثرات میں کمی آ رہی تھی۔ اور ہر آنے والی نسل پچھلی نسل کے مقابلے میں دینی علم اور ایمانی کیفیات کے اعتبار سے کمزور ہو رہی تھی۔ مامون الرشید نے اقتدار سنبھالا تو اس نے معتزلہ کی سرکاری حمایت شروع کر دی اور اعتزال کے نظریات کو سرکاری مذہب قرار دے دیا۔ اس فیصلے سے اسلامی مقبوضات کے طول وعرض میں اباحیت پرستی، آزاد خیالی، سنت سے اعراض اور روشن خیالی کی فضا ہموار ہونے لگی۔

دراصل اس سارے کھیل میں در پردہ عناصر یہود نے گل کھلائے اور اس تیر سے اسلامی تعلیمات کے ماخذ اوّل قرآن مجید کو نشانہ بنایا اور معتزلہ کو استعمال کیا ان کا موقف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور اس نے ہر چیز پیدا کی ہے لہٰذا اس نے قرآن مجید کو بھی پیدا کیا ہے۔ ہر مخلوق پرانی بوسیدہ اور از کار رفتہ ہو جاتی ہے لہٰذا اب دو صدیوں کے بعد قرآن بھی پرانا ہو چکا ہے حالات بدل چکے ہیں لہٰذا اب قرآنی ہدایت اور محمد ﷺ کی تعلیمات نا کافی ہیں لہٰذا ــــــــــــــ
اب نئے حالات میں اہل دانش کو اپنے لئے خود راستے نکالنے چاہئیں گویا آزاد خیالی اور سیکولرازم کی طرف سفر شروع ہو جانا چاہیئے (اس فکر کے عام ہونے سے اختیار اہل دانش کے پاس آ جاتا ہے جنہیں پیسے کے بل بوتے پر خرید کر پس پردہ عناصر اپنی مرضی کرتے ہیں اور دراصل یہ اختیار یہود کے ہاتھوں میں پہنچ جاتا ہے جیسا کہ بعد میں یورپ میں ہوا)۔

مامون الرشید دانستہ یا نادانستہ اس سازش میں شریک ہو گیا اور معتزلہ کے بے بنیاد اور من گھڑت موقف کے مخالفین اہل حق پر ظلم وتشدد کا دروازہ کھول دیا اہل حق قید کر دیئے گئے ظلم وستم کا نشانہ بنائے گئے۔ اور بہت سے علماء کو جبراً اس کا قائل کیا گیا اور بعض کو روپے اور عہدے کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملایا گیا۔

ہزاروں اہل حق نے اس سرکاری موقف کو رد کر دیا اور صدائے احتجاج بلند کی اس طبقہ اہل حق کے سرخیل تھے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ جو مومان الرشید کے سامنے ڈٹ گئے اور سرکاری موقف ماننے سے انکار کر دیا اور قرآن مجید کو ''کلام الٰہی'' کہہ کر اس کے مخلوق یا غیر مخلوق کا فلسفہ ہوا میں اڑا دیا۔

سرکاری سطح پر ظلم وتشدد کے نتیجے میں آپ قید وبند کی صعوبتیں اور اذیتیں سہتے رہے مگر قرآن مجید کے تا قیام قیامت ہدایت اور ابدی ہدایت ہونے کے موقف سے سرمونہ ہٹے۔اس سے عوام میں ان کی عزت اور نیک نامی کو خوب شہرہ ہوا اور آپ عوام کے دلوں کی آراء بن گئے۔

مامون الرشید کے بعد دوسرے حکمرانوں نے بھی کوششیں کی مگر آپ حق پر ڈٹے رہے۔کہا جاتا ہے کہ آپ کو اتنا مارا گیا اور پیٹا گیا کہ اگر ہاتھی کو بھی مارا جاتا تو چیخ اٹھتا مگر آپ نے یہ ساری صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کر لیں۔ پھر اگلے حکمران المتوکل کے دور میں اس سرکاری موقف کو بے ہودہ قرار دے کر ترک کر دیا گیا اور اہل سنت کے موقف کو سرکاری موقف قرار دیا گیا تو آپ کو قید و بند سے آزادی ملی آپ کو انعامات سے نوازنے ــــــــــــــ کی کوشش کی گئی مگر آپ نے کسی قسم کا انعام واکرام لینے سے گریز کیا۔اور نا پسند فرمایا۔

آپ کی بے پناہ ہمت اور چٹان کی طرح حق پر ڈٹ جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے امت کو ایک بڑی گمراہی سے بچا لیا۔اور یوں یہود اور اسلام دشمنان کی ایک اور سازش ناکام ہو گئی۔جس سے دشمنان اسلام کو اس محاذ پر صدیوں سر اٹھانے کی ہمت نہیں ہوئی اور انہوں نے دل کا کینہ اور بغض نکالنے کے لئے اور میدان منتخب کر لئے۔

مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کی صورت میں احادیث کو جمع کرنا، ساری زندگی حق کا ساتھ دینا، اور خلق قرآن کے مسئلے پر ''کلام الٰہی'' کے موقف کو بلند کر کے (قرآن کے ابدی ہدایت ہونے)اس پر قائم رہنا آپ کے کارناموں میں نمایاں ہیں۔

ذاتی حالات وکوائف

نام: احمد، والد کا نام: محمد، شجرۂ نسب یوں ہے: احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال۔ پیدائش: بغداد 164ھ/780ء، وفات: 240ھ/855ء۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نسلاً عرب تھے اور بنو شیبان کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے خاندان کی سکونت پہلے بصرہ میں تھی مگر آپ کے دادا حنبل بن ہلال مرو شہر چلے گئے وہاں سے آپ کے والد محمد بن حنبل رحمہ اللہ بغداد چلے گئے آپ وہیں پیدا ہوئے۔آپ نے لغت، فقہ اور حدیث

کی ابتدائی تعلیم یہیں حاصل کی، بعدازاں عراق حجاز یمن اور شام کے سفر کیے تاہم آپ کا زیادہ تر قیام بصرہ میں رہا، پانچ بار حج بھی کیا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اساتذہ میں قاضی ابو یوسف، سفیان بن عیینہ، عبدالرحمٰن بن مہدی اور واقع بن جراح رحمھم اللہ زیادہ اہم ہیں؛ بقول ابن تیمیہ رحمہ اللہعلم فقہ میں آپ نے زیادہ تر دبستان حجاز سے تحصیل علم کیا۔

جب مامون الرشید نے معتزلہ کی حمایت کا اعلان کیا تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے دورابتلاء کا آغاز ہوا، آپ نے مامون کی سختیوں کے برعکس خلق قرآن کو ماننے سے انکار کردیا چنانچہ انہیں گرفتار کر کے پابہ زنجیر مامون کی طرف روانہ کردیا گیا جو اس وقت طرطوس میں مقیم تھا ابھی آپ راستے ہی میں تھے کہ مامون کا انتقال ہوگیا چنانچہ آپ کو واپس بغداد کے قید خانے میں بھیج دیا گیا۔ اگرچہ نیا خلیفہ المعتصم اس سزا کو ختم کرنا چاہتا تھا مگر سرکاری عمال کے خوف اور مشوروں کی بناء پر وہ ایسا نہ کرسکا۔ ایک بار دوبارہ امام احمد بن حنبل کو خلیفہ المعتصم کے سامنے پیش کیا گیا جہاں آپ نے دوبارہ خلق قرآن کے عقیدے کو قبول کرنے سے انکار کردیا چنانچہ آپ کو بری طرح زدوکوب کیا گیا تاہم آپ کو زندان سے رہائی مل گئی اور آپ اپنے گھر چلے گئے جس کے بعد المعتصم کے سارے عہد میں گوشہ نشین رہے اور حدیث کا درس دینے سے احتراز کرتے رہے۔

232ھ / 847ء میں جب متوکل برسر اقتدار آیا اور معتزلہ کا دور ختم ہوا اور سنی مذہب سرکاری طور پر دوبارہ اختیار کرلیا گیا تو امام احمد بن حنبل نے بھی درس وتدریس دوبارہ شروع کیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ پر ظلم وستم کروانے والوں میں ایک معتزلی قاضی احمد بن داؤد بھی تھا جسے اب معزول کردیا گیا۔ 237ھ / 852ء میں متوکل نے آپ کو سامرا میں طلب کیا تاکہ آپ سے ترویج سنت اسلام کے لئے مدد لے سکے۔ سامرا پہنچنے پر حاجب نے آپ کی بڑی آؤ بھگت کی اور ایتاخ کے پرتکلف محل میں ٹھہرایا۔ شہزادہ المعتز سے بھی ملاقات ہوئی مگر آپ کی عمر اور صحت کے پیش نظر آپ سے کوئی خدمت نہ لی جاسکی کچھ عرصہ یہاں قیام کرنے کے بعد آپ بغداد چلے

آئے جہاں 75 برس کی عمر میں وفات پائی اور شہیدوں کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

امام احمد بن حنبل کی دو منکوحہ بیویوں سے ایک ایک بیٹا صالح اور عبداللہ پیدا ہوئے اور ایک لونڈی کے بطن سے چھ بچے پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیمات کا زیادہ تر حصہ صالح سے منقول ہے، جو بغداد میں 203ھ/818ء میں پیدا ہوئے اور 266ھ/879ء میں فوت ہوئے۔ اور آپ کے ادبی کام کا زیادہ تر حصہ عبداللہ کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے، جو بغداد میں 213ھ/828ء کو پیدا ہوئے اور 260ھ/903ء میں فوت ہوئے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی حیثیت ایک مجتہد کی ہے جنہوں نے بقول ابن تیمیہ احادیث واخبار کے انبار میں سے اپنا مسلک خود تلاش کیا اور اپنی ذاتی رائے کے ساتھ احادیث نبوی ﷺ کا صحیح مفہوم سمجھا اور ان سے پیدا شدہ نتائج کا استخراج کیا۔

عقائد، اخلاق اور فقہ ہر قسم کے مسائل میں امام احمد بن حنبل سے رجوع کیا جاتا تھا اور آپ اپنے فتوی پوچھنے والوں کو تنبیہ کرتے تھے کہ وہ ان کے افکار کو مدون کرنے سے پرہیز کریں۔ حنبلی مذہب کے ایک بڑے شارح امام ابن تیمیہ تھے چنانچہ امام احمد بن حنبل کی زیادہ تر تعلیمات کا ماخذ انہی کی تحریریں ہیں جن کے زیر اثر بعد میں کئی تحریکیں بھی اٹھیں ہیں۔

ے خوش رسمے بہ خاک وخون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حرف آرزو

الحمدللہ کہ ماہ اگست 08ء کا شمارہ ''حقیقت علم نمبر '' جیسے ہی قارئین تک پہنچا اس کی توقع سے زیادہ پذیرائی ہوئی اور قارئین نے فون پر ہی خصوصی شمارے کے آرڈر دے کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ بعد میں بھی میں مختلف کرم فرماؤں کے تہنیتی خطوط موصول ہو رہے ہیں اور بعض حضرات نے صرف پیغام دے کر اس شمارے کی اشاعت پر مبارک باد دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس موضوع پر خصوصی اشاعت کی توفیق دی مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ جیسے جیسے یہ تحریر اہل علم کی نظر سے گزرے گی ان شاء اللہ اس کو افادہ عام کے لئے مفید سمجھا جانے لگے گا۔ خصوصاً مختلف تربیت گاہوں اور SHORT COURSES میں جہاں شرکاء کو وسیع موضوعات پر مختصر وقت میں ہمہ جہتی

(COMPREHENSIVE) قسم کی معلومات بہم پہنچانا مقصود ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ شمارہ حصول مقصد کے لئے کارآمد ہوگا۔ایک قریبی دوست اور حکمت بالغہ کے قاری نے فون پر بتا کر سخت حیرت میں ڈال دیا کہ اب تک چار مرتبہ اسی شمارے کا مطالعہ کر چکا ہوں اور ایک دفعہ اور پڑھنے کا خیال ہے!

ماہ ستمبر 08ء کا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں ماہ رمضان المبارک کی مناسبت سے قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کا ایک حصہ قارئین حکمت بالغہ کے سامنے پیش ہے تاکہ استقبال رمضان کے طور پر ان کی یادداشت میں اس ماہ صیام کی فضیلت و برکت تازہ ہو جائے اور ہم سب اس ماہ کی فیض یابی اور برکات کے سمیٹنے میں کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر اللہ کی بے پایاں رحمتوں کے سائے میں آجائیں اور اپنے گناہوں اور غلطیوں سے توبہ کر کے ''جنت'' کے مستحق بن سکیں اور یوں اگر قسمت ساتھ دے تو نبی اکرم ﷺ کی ایک بددعا سے بچ جائیں۔

اس شمارے میں ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ نبی آخرالزماں کی ماہ صیام کی مصروفیات پر ایک مضمون شامل ہے۔آپ ﷺ نے زندگی میں 9 رمضان المبارک پائے۔آپ کی اس سلسلے میں سنت یہ سامنے آتی ہے کہ آپ نے 9 میں سے 6 رمضان المبارک جہاد کی تیاری یا قتال یا سفر جہاد میں گزار دیئے صرف 3 رمضان المبارک تھے جو معمول کے مطابق مدینہ منورہ میں گھر میں بسر ہوئے۔لہٰذا ہمیں بھی اتباع سنت رسول ﷺ میں اس ماہ مبارک میں دینی کاموں میں مصروفیت اور دین کے غلبے کی عملی جہد وجہد کے لئے ناگزیر مصروفیات سے پہلوتہی کئے بغیر یہ مہینہ گزارنا چاہیے۔

اس شمارے میں قرآن اکیڈمی میں منعقدہ 20 سیمیناروں کی روداد کی اشاعت کے سلسلے میں تیسری شخصیت حضرت ابومحمد امام غزالی رحمہ اللہ کا تذکرہ ہونا تھا مگر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور حضرت امام غزالی رحمہ اللہ میں اتنا فصل ہے (امام ابوحنیفہ وفات 767ء۔امام غزالی وفات 1111ء) کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کارناموں کے تذکرے کے بعد دور بنوعباس کے آغاز سے یک دم امام غزالی کے کارناموں پر نگاہیں مرکوز کر دینا عملاً مشکل ہے امام غزالی رحمہ اللہ

اپنے دور میں ایمانی کیفیات کے اضمحلال کے ضمن میں غیروں کی ریشہ دوانیوں اور غیر اسلامی نظریات کی یلغار اور سیلاب کے نتیجے میں مسلمان اکابرین اور زعماء کے ہمت ہار دینے اور خود مسلم فلاسفہ کے یونانی فکر کی نمائندگی کے خلاف پر جوش نظر آتے ہیں اور ان کے رد میں مسلسل کوشاں ہیں سوال یہ ہے کہ یہ سارا عمل جو کئی صدیوں پر محیط ہے وہ سب کیسے عمل میں آیا

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بنو عباس کے ابتدائی دور میں ہی ایک شخصیت مامون الرشید کے دربار میں سرکاری دربار کے اعتزال کے مؤقف کو ماننے سے انکار کر رہی ہے یہ ہے خلق قرآن کا مسئلہ کہ جیسے دیگر چیزیں اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمائیں اسی طرح قرآن بھی تخلیق فرمایا لہٰذا دیگر مخلوقات کی طرح اب یہ قرآن بھی بوسیدہ اور پرانا ہو چکا ہے۔ اب نیا زمانہ نئی بات۔ اور وہ بات جو آٹھ صدیوں بعد اکبر کے عہد میں دین الٰہی کے نام سے سامنے آئی وہی بات مامون الرشید کے دور میں وقوع پذیر ہونے کا خدشہ تھا۔

اس سوال کا جواب ہمیں اس میں نظر آیا ہے کہ اس دور کے فتنوں کا کچھ تذکرہ کیا جائے اور ان فتنوں کے سدباب کے لئے اٹھنے والے باہمت مردان حق کے کارناموں کا ذکر کر کے ایک نمایاں مرد جلیل اور باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والے مرد مومن حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا جائے جو اگرچہ ان بیس 20 شخصیات میں سے تو نہیں ہیں تاہم ان کے کارناموں اور تجدیدی اور تحریکی مساعی کو نظرانداز کر کے آگے بھی نہیں بڑھا جا سکتا ہے چنانچہ اس شمارے کو ہم اسی مرد حق حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ذکر خیر سے با مقصد بنا رہے ہیں۔ اگلی دفعہ ان شاء اللہ حضرت امام ابو محمد غزالی رحمہ اللہ کے حالات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔ واللہ الموفق والمستعان